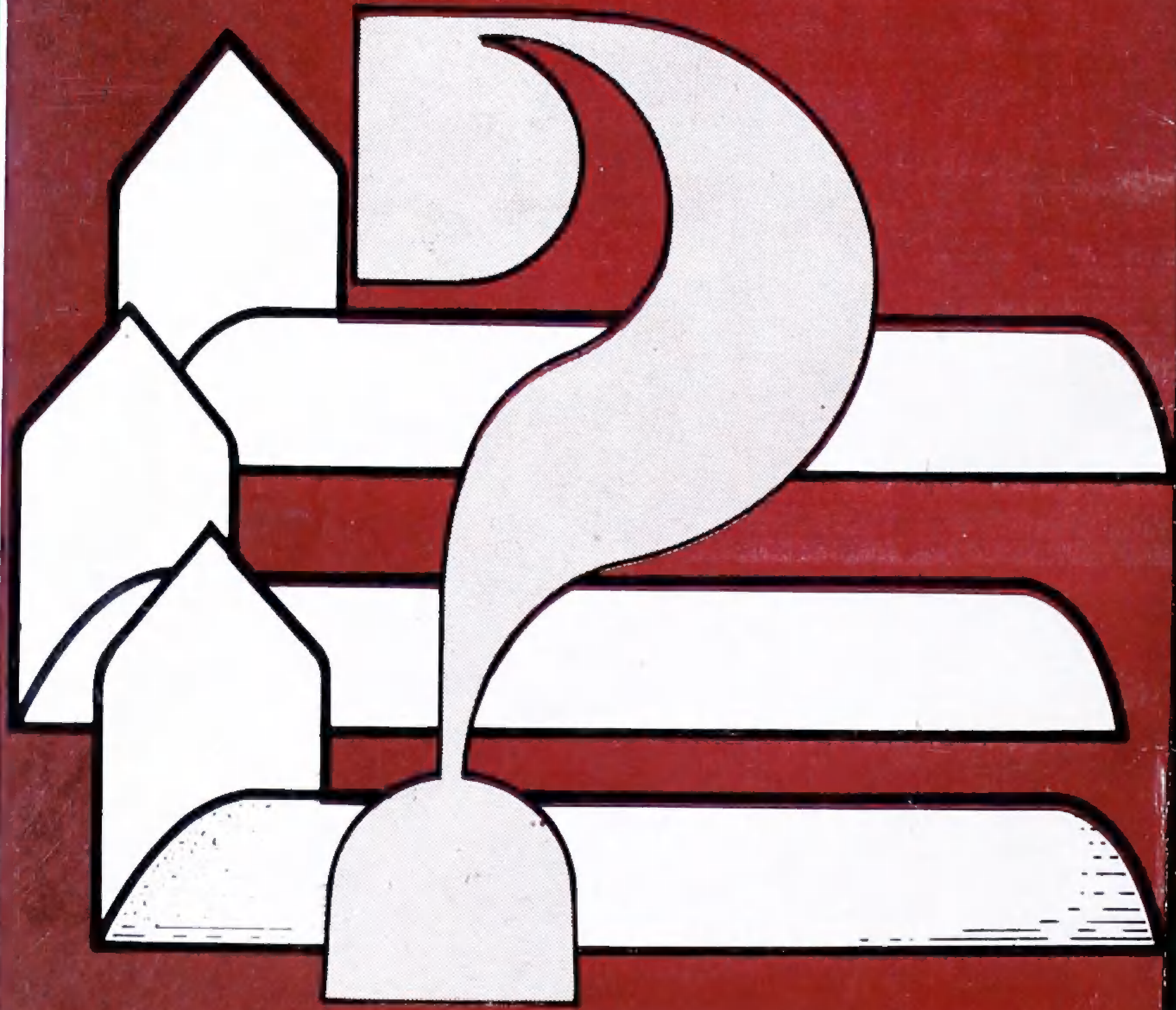
آخری پیغمبر یا



پروفیسر حامد حسن سیّد

نوگزے
پیغمبر
یا
؟

تحقیق و تحریر
پروفیسر حامد حسن سیّد
پروفیسر زبان و ادبیات انگریزی
گجرات

مصنف ______ پروفیسر حامد حسن سیّد

ناشر ______ رائے زاہد حسین جرال ایڈووکیٹ

کتابت ______ سیّد سعید عباس

پروف ریڈنگ ______ ریاض مُفتی

مطبع ______ شاہدولہ پرنٹنگ پریس گجرات

بار اوّل ______ مئی ۱۹۹۶ء

تعداد ______ ۵۰۰

قیمت ______ ۱۰۰ روپے

یکے از مطبوعات: جمّوں و کشمیر ریسرچ سنٹر

ضلع گجرات کی زیر نگرانی

پندرہ روزہ راجوری گزٹ قلعہ اسلام گڑھ جلالپور جٹاں نے شائع کیا

حرفِ آغاز

جناب پروفیسر حامد حسن سید کا نام نامی علمی و ادبی حلقوں میں جانا پہچانا نام ہے موصوف مدتوں گورنمنٹ زمیندار ڈگری کالج بھمبر روڈ گجرات میں انگریزی ادب کے استاد رہے ہیں۔۔۔ مذہب، تاریخ، فلسفہ اور تنقید و تحقیق میں اپنا خاص مقام رکھتے ہیں درس و تدریس کے ساتھ تصنیف و تالیف، ترتیب و تہذیب اور ترجمہ کے بھاری پتھر بھی اٹھائے ہوئے ہیں، مستقل تصانیف و مقالات میں سے اکثر و بیشتر چھپ چکے ہیں باقی ماندہ کی اشاعت کے سلسلہ میں المیر ٹرسٹ لائبریری و مرکزی تحقیق و تالیف میرسٹریٹ گجرات کے ناظم اعلیٰ جناب عارف علی میر ایڈووکیٹ اور جموں و کشمیر ریسرچ سنٹر ضلع گجرات کے منتظم اعلیٰ و بانی زیرِ دستخطی نے کمر ہمت کسی ہے۔

جناب حامد حسن سید صاحب کی مستقل تصانیف "آئینہ تاریخ و تذکرہ زمیندارہ ڈگری کالج" پچاس برس دو جلدیں "سید پیر بدھو شاہ اور بارھویں سکھ گرو"۔ تذکرہ علمائے قلعہ دار۔ تذکرہ "حضرت پیر سید رشید الدولہ" تذکرہ حکیم عبدالرحیم جمیل" تذکرہ مفتیان شادیوال"۔ "سکھ مذہب اور سکھ گرو (چہار نمبر) تذکرہ ابو علی ابن سینا" گلِ ہفت ورق" اسلام کی روحانی تاریخ تصوف (دو جلدیں) تصوف کے ماخذوں کا محاسبہ" (مقالہ) وحدت الوجود/ تصوف اسلام (مقالہ) سادات

بارسہہ تاریخ کے مدوجزر ہیں (اُردو سے ترجمہ انگریزی) تاریخ ارادت نامہ (مبارک اللہ واضح) فارسی سے ترجمہ اردو عبرت نامہ (محمد قاسم لاہوری) فارسی سے ترجمہ اردو۔ تاریخ فرحت بخش، سادات بارسہہ سے متعلق ابواب کا ترجمہ تذکرہ الابرار (حضرت بدر الدین گیلانی) فارسی سے ترجمہ اُردو نسب نامہ سن بندی عالم اسلام از میلاد النبی تا سن ایک ہزار (علمی وادبی سرگرمیاں) احمد جام ژندہ پیل (ایک رسالہ) ترجمہ فارسی سے معہ تعارف و تبصرہ، حضرت عبداللہ انصاری (ایک رسالہ) ترجمہ فارسی سے معہ تعارف و تبصرہ فلسفہ اسلام کے پس منظر میں، مقبل آئینہ (عارف علی میر ایڈووکیٹ) اُردو سے انگریزی میں ترجمہ، اس کے علاوہ آپ کے مزید مقالات و مضامین ہیں، جن کی مکمل فہرست دیگر اشاعت میں تفصیلاً دی جائے گی

موصوف نے نوگزی قبور طویلہ پر یہ تحقیقی وتنقیدی مقالہ سال ۱۹۹۳ء میں لکھا اور مختلف مراحل سے گزر کر زیر دستخطی کے سامنے آیا، مسودہ کے مطالعہ کے بعد اس کی اشاعت کے سلسلہ میں کوشش شروع کر دی گئی، تاکہ کتابی صورت میں شائع ہو کر منظر عام پر آئے۔

صاحب کتاب نے نوگزی قبور طویلہ کے سلسلہ میں بے بنیاد مفروضوں سے ہٹ کر غور وفکر کی نئی سمت سجھائی ہے، تاکہ احکام خداوندی کے مطابق غور وفکر تحقیق و جستجو کریں، اندھی تقلید سے اجتناب کریں، قبروں کو قبریں رہنے دیں غیر ضروری، ناواجب اہمیت نہ دیں، کیونکہ زمانہ قریب میں کچھ روایتی حلقوں سے اس امر کا کافی شد ومد سے اظہار کیا جا رہا ہے کہ ضلع گجرات میں انبیائے بنی اسرائیل

جن کے قد طویل تھے، اس لئے ان کی قبریں نو گزی ہیں، اگر ایسا ہی ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحاق علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قد عام انسانوں جیسے کیوں؟

حالانکہ جبکہ فراعنہ مصر کی دریافت شدہ ممیوں سے یہ امر ثابت ہو چکا ہوا ہے، مزید ثبوت کیلئے البرٹ میوزیم لندن میں فرعون مصر کی نعش کو دیکھا جاسکتا ہے کہ بنی اسرائیل پر حکمران جماعت کے قد کاٹھ عام لوگوں جیسے ہی ہیں۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی مزید تحقیق طلب ہے کہ ہندوستان میں زمانہ اسلام سے قبل مُردوں کو جلانے کی بجائے کب دفنانے کا عمل شروع کیا گیا؟

مصنف کے خیال میں اسلامی فوجوں کی پیش قدمی کے راستوں پر جہاں پڑاؤ آتے تھے وہیں نو گزی قبریں موجود ہیں اور سارے شمالی ہندوستان میں موجود ہیں، یہ سب شہیدوں کی اجتماعی قبریں ہی ہیں، کاش کوئی باہمت و حوصلہ مند محقق کسی ضلعے کے ڈپٹی کمشنر سے قبر کشائی کی اجازت لے کر جھوٹ کے ڈھول کا پول کھول دے۔

رائے زاہد حسین جرال

ایڈووکیٹ گجرات

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

(علامہ اقبالؒ)

ٹوکرے پیغمبر یا؟

پروفیسر حامد حسن سیّد

قبور طویلہ، لمبی قبروں والے

لوگ گزرے صحابہؓ کرام یا انبیائے بنی اسرائیلؑ یا اُن کی اولاد کے مزاراتِ مقدسہ ہیں۔

اِس دعویٰ کو جِلا بخشنے والوں میں صاحبانِ علم، اہلِ تحقیق کے علاوہ چند در چند صاحبانِ رشد و ہدایت کے نام نامی و اسمِ گرامی شامل ہیں:

جناب ڈاکٹر احسان قریشی صابری
بحوالہ مقالہ مطبوعہ زندگی لاہور "گجرات میں سہ انبیائے کرام دفن ہیں"

میرزا احمد قادیان
بحوالہ "ست بچن" "رازِ حقیقت" و رسالہ "مسیح ہندوستان میں"

حضرت پیر قاضی سلطان محمود، آوان شریف
بحوالہ "عروۃ الوثقیٰ" مجموعہ یادداشت (قلمی)

جناب نواب معشوق یار جنگ بہادر
بحوالہ "مقالاتِ محمود"

جناب سید نور محمد قادری
بحوالہ "قطب العارفین" و رسالہ "حضرت قاضی سلطان محمود قادری آواں شریف"

جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم
بحوالہ "آئینہ گجرات" ج اول

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی
بحوالہ "گجرات بہ عہد قدیم و جدید"

جناب محمد صدیق نسیم چوہدری
بحوالہ "تذکرہ شاہ دولہ دریائی"

جناب اعجاز نبی
بحوالہ "ہست و بود" "سرگزشت منگرال راجپوت"۔

جناب مفتی ریاض احمد
بحوالہ مقالہ شاہین و "قاضی سلطان محمود" و "گجرات کی بات"

جناب ایم زمان کھوکھر
بحوالہ مقالہ "گجرات میں چار انبیائے کرام دفن ہیں"، خاص نمبر آئینہ ہفت روزہ گجرات، حضرت قبنیط و مقالہ روزنامہ جذبہ "ہزارہ مغلاں"

جناب حکیم محمد اشرف، عالم گڑھ
بحوالہ مقالہ "قبورِ طویلہ" ماہنامہ ناوک جلالپور جٹاں۔

یہ فہرست مکمل نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں مزید مقالات اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے مل جائیں گے، تاہم وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ مقالہ جناب احسان قریشی صابری کے علاوہ، مقالات کا مضمون واحد ہے کہ قبورِ طویلہ، لمبی قبروں والے لوگ گزرے انبیائے بنی اسرائیل یا انکی اولاد کے مزاراتِ مقدسہ ہیں۔

جن کی نشاندہی صاحبانِ علم اور اہلِ تحقیق
تے فرمائی ہے۔ تائید مزید کے سلسلہ میں
جناب لیم زمان کھوکھر، جناب کرامت اللہ اور
جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی تے چند در چند
صاحبان رشد و ہدایت کے نام نامی و اسم
گرامی گنائے ہیں:

حضرت پیر قاضی سلطان محمود۔
حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی۔
حضرت خواجہ گوہر الدین جنیدڑ شریف۔
حضرت پیر نصیب علی شاہ چھالے شریف۔
حضرت سید کشفی نظامی۔
حضرت مولانا احمد علی لاہوری۔
حضرت شیخ عبد اللہ
حضرت مولوی ولی اللہ شاہ

چند مقامات، جہاں پر قبور طویلہ،
لمبی قبروں یا نوگزوں کی نشاندہی کی گئی ہے،
یہ ہیں:۔

بڑیلہ
شیخ چوگانی
کجگراں
موٹا

ٹانڈہ
جلالپور جٹاں
بیگا (کھاریاں)
کیرانوالہ
کھاریاں چھاؤنی
شیخ سلمان
ملہو کھوکھر
نجان منادر
چھمب
دلوا
میرزا طاہر
ٹل
وڑالہ
باہروال
کاٹرہ
ہزارہ مغلاں
پیچیاں
میووال
پیر غازی
کوٹلہ قاسم خان (وڈا کوٹلہ)
ڈنڈے مار۔
ہرداس پور
ناگریانوالہ

مہیسیاں

برسا ۔ بانٹھ

کملا ۔ لالہ موسیٰ

جھنڈے والی

پیر دشاہ

منصور والی

مالو چک

سودھرا

ملتانیاں والا

ڈھوک داؤد

سبزواری قبرستان ۔ کنجاہ

راٹھوری

مزاڑیاں

پنڈی باڑا

وزیر آباد

سیالکوٹ ۔ خانقاہ امام علی الحق

پھرے ۔ پھالیہ

یہ فہرست مکمل نہیں، اس میں اضافے کیے جا سکتے ہیں ۔

بحوالہ عروۃ الوثقیٰ ۔ آئینہ اشاعت خاص حضرت

چند صاحبانِ مزارات کے نام نامی و اسمائے گرامی بھی بتلائے گئے ہیں ۔

موضع کل، متصل اوان شریف والے ۔ لنگر پیر کہلاتے ہیں ۔ صاحبِ مزار کا نام حمیالان ہے، جو حضرت علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ۔

موٹا، متصل ٹانڈہ، صاحبِ قبر کا نام نقیب طوش ہے ۔

نجان، متصل منادر، صاحب مزار کا نام سلطان فینوش ہے، جو حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ۔

چھمب، صاحبِ مزار کا نام فاشالوش ہے، جو حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ۔

دیوا، صاحبِ مزار کا نام صلواد وش جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ۔

بٹالہ، صاحبِ مزار کا نام ہرشیا ہے، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں ۔

شیخ چوگان، صاحبِ مزار کا نام حضرت طانوخ، بعض نے طہنوف فرزند حضرت یوسف علیہ السلام لکھا ہے ۔

ملہو کھوکھر، صاحبِ مزار حضرت طانوخ کے بھائی ہیں ۔

بڑیلہ، صاحبِ مزار کا نام حضرت قنیط فرزند نوح علیہ السلام ۔ بعض کے نزدیک حضرت قنیط فرزند حضرت آدم صفی اللہ ہیں ۔

(یہ صرف چند ایک صاحبانِ مزار کے نام نامی و اسم گرامی دیئے گئے ہیں، بحوالہ عروۃ الوثقیٰ و اشاعتِ خاص ہفت روزہ "آئینہ گجرات" حضرت قینیط علیہ السلام ابنِ آدم علیہ السلام" اضافے کیے جا سکتے ہیں)

۱

جناب ڈاکٹر احسان قریشی صابری قادیاں سے ہیں، جہاں اُن کی تعلیم و تربیت ہوئی۔ تعلیم الاسلام سکول قادیاں سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ ان کے ہم سبق جناب غلام جیلانی سابق ڈپٹی سیکرٹری فنانس اور جناب جسٹس شمیم حسین قادری، چیف جسٹس لاہور ہائی کورٹ تھے۔

(۱) جناب ڈاکٹر احسان قریشی صابری کے والد اسسٹنٹ ڈسٹرکٹ انسپکٹر آف سکولز تھے۔

قانون داں جناب سید محمد ظفر کے والدِ ماجد سید بشیر احمد شاہ صاحبِ قال وحال بزرگ تھے۔ کشف القبور کے حوالے سے خواجہ حسن نظامی نے ان کا نام سید کشفی شاہ نظامی رکھا تھا۔ جناب ڈاکٹر احسان قریشی صابری کے حضرت سید کشفی شاہ نظامی سے نیاز مندانہ تعلقات تھے۔ جس زمانہ میں جناب احسان قریشی صابری گورنمنٹ کالج آف کامرس سیالکوٹ کے پرنسپل تھے، جناب سید کشفی شاہ نظامی ان سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے تھے۔ جناب احسان قریشی صابری قادیاں ہر ماہ انکی زیارت کیلئے جاتے تھے۔

جناب سید بشیر احمد شاہ، قادیاں ہی میں آسودۂ خاک ہیں۔

جناب ڈاکٹر احسان قریشی کے مقالہ کی بنیادیں تمام پر جناب سید کشفی نظامی کے انکشافات کشف القبور پر ہیں۔

ڈاکٹر احسان قریشی صابری کا دعویٰ ہے:

(۱) صحابہ کرامؓ عہدِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین میں برابر ہندوستان تشریف لاتے رہے، تاکہ تبلیغ و اشاعتِ دین کا فریضہ ادا کریں۔

(۲) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ چین تشریف لے گئے۔ اُن کا مزار شریف سکیانگ میں ہے۔

(۳) صحابہ کرامؓ کے مزارات نوگزے بنائے جاتے تھے، تاکہ اُن کے مزار مبارک اور عام

آدمیوں کی قبروں میں امتیاز قائم کیا جائے۔ پاک پتن شریف حضرت عزیز مکی کی قبر مبارک نوگزی ہے۔ آدم صحابہ سندھ میں ریلوے اسٹیشن ہے، وہاں دو نوگزی قبریں ہیں، جنہیں صحابہ کرامؓ کی قبریں کہتے ہیں۔ ہریانہ کے قصبے بٹھنڈہ میں ایک صحابی بابا رتن ہندی کی نوگزی قبر ہے۔ بابا رتن ہندی مکہ معظمہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کے بعد مسلمان ہوئے، بعض کہتے ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا سے ۳ سو برس، بعض کہتے ہیں ۶ سو برس زندہ سلامت رہے۔

(۴) برصغیر پاک و ہند میں ۴۲ کے قریب صحابہ کرامؓ تشریف لائے۔ ۱۵ کے نام نامی و اسم گرامی معلوم نہیں، ۲۷ کے نام نامی و اسمائے گرامی جناب ڈاکٹر احسان قریشی صابری نے لکھے ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان ابو العاص ثقفی
۲۔ " حکم بن ابو العاص ثقفی
۳۔ " مغیرہ بن ابو العاص ثقفی
۴۔ " ربیع بن زیاد حارثی
۵۔ " حکم بن عمرو
۶۔ " عبداللہ بن عتبان انصاری
۷۔ " سہیل بن عدی
۸۔ " شہاب بن مخارق
۹۔ " صحار بن عباس
۱۰۔ " عاصم بن عمرو تمیمی
۱۱۔ " عبداللہ بن عمیر اشجعی
۱۲۔ " نیر بن ویلم
۱۳۔ " حکم بن جبلہ
۱۴۔ " عبید اللہ بن معمر
۱۵۔ " عمیر بن سعد
۱۶۔ " مجاشع بن مسعود
۱۷۔ " عبدالرحمان بن سمرہ
۱۸۔ " خریب بن راشد
۱۹۔ " عبداللہ بن سوید تجیبی
۲۰۔ " کلیب ابو وائل
۲۱۔ " مہلب بن ابو صفرہ
۲۲۔ " عبداللہ بن سوار
۲۳۔ " یاسر بن سوار
۲۴۔ " سنان بن سلمہ
۲۵۔ " منذر بن جارود
۲۶۔ " عزیز مکّی
۲۷۔ " بابا رتن محمد

(۵) جناب احسان قریشی صابری رقمطراز ہیں:

۲۷ میں آخری دو صحابہؓ کی آرام گاہ موجود و معلوم ہیں۔ حضرت عزیز مکیؒ کا مزار مبارک پاک پتن میں ہے، بابا رتن ہندی بٹھنڈہ میں دفن ہیں۔

(۶) جناب احسان قریشی لکھتے ہیں:

اغلب ہے ۴ صحابی ضلع گجرات میں دفن ہیں، ایک سیالکوٹ میں، ۲ قصبہ آدم صحابہ سندھ میں، ایک بابا رتن ہندی بٹھنڈے میں۔ باقی صحابہ کرام بھارت کے دوسرے شہروں میں دفن ہوں گے۔ ان کے مقامات دفن کا اتہ پتہ نہیں۔

(۷) ضلع گجرات میں دو صحابی موضع شیخ چوگانی اٹک، موضع بڑیلہ ایک، رادل شریف میں ہیں۔

(۸) عزیز مکیؒ پاک پتن

(۹) یاسر بن سوار سری نگر کشمیر میں دفن ہیں۔

(۱۰) دو تین سو برس بعد لوگوں نے دیکھا دیکھی مختلف مقامات پر اپنے بزرگوں کی بڑی قبریں بنانی شروع کر دیں، جو آجکل مختلف مقامات پر دیکھی جا سکتی ہیں۔

(۱۱) حضرت بابا فرید الدین گنج شکر اپنے پیر و مرشد حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی ملاقات کیلئے جاتے تھے، تو کھوتوال سے دہلی جاتے ہوئے ملتان دہلی پرانی شاہراہ پر پاک پتن ٹھہرتے، جس کا نام اجودھن تھا۔ یہاں حضرت عزیز مکیؒ کا مزار شریف تھا۔ بابا حضرت فرید الدین مسعود گنج شکرؒ نے مزار مبارک پر فاتحہ پڑھی اور کشف القبور سے ملاقات کی۔ حضرت عزیز مکیؒ نے فرمایا:

"فرید الدین! دیکھو، ہم ہزاروں میل دور عرب سے تبلیغ دینِ متین کیلئے ہندوستان پہنچے اور اس قصبہ میں آرام کر رہے ہیں۔ تم بھی اپنا وطن چھوڑ چھاڑ کر یہاں اجودھن آ جاؤ، جس طرح تمہارے دادا پیر خواجہ معین الدین چشتیؒ نے ۱۸ سال میں نوے لاکھ ہندو مسلمان کیے، اسی طرح تمہاری تبلیغ سے کم از کم ۹ لاکھ ہندو مسلمان ہوں گے۔ اُمید ہے تم میری بات مان جاؤ گے۔"

حسب فرمائش، حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر اجودھن اُٹھ آئے، جس کا نام جلال الدین محمد اکبر بادشاہ غازی نے "پاک پتن" رکھا۔

(۱۲) مرزا قادیاں ۱۸۶۴۔۶۸، چار برس دفتر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ میں کلرکی کرتے رہے۔ ہر اتوار کو چناب کے کنارے ہیڈ مرالہ کشتیوں کے پُل کے ذریعہ آتے تھے۔

(۱۳) مرالہ سے پانچ میل دُور شیخ چوگانی گجرات کا قصبہ ہے، یہاں دو صحابہ کرام کی قبریں، ایک اُونچی چوٹی، دُوسری نسبتاً ہموار جگہ پر ہے۔ مرزا قادیان نے ۱۸۶۵ء میں مزار پر کتبہ لگوایا "مزار حضرت طاموخ فرزند حضرت یوسف علیہ السلام"۔ اسی قصبہ شیخ چوگانی سے ایک فرلانگ پرے کتبہ لگوایا "مزار حضرت آمنون ابن حضرت داؤد علیہ السلام" ۱۸۶۶ء میں بڑیلہ شریف کے نوگزہ مزار کو ۸۰ گز تک لمبا کروایا، اس صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پر کتبہ لگوایا: "مزار حضرت قبنیط علیہ السلام، فرزند نوح علیہ السلام" ۱۸۶۷ء رادل شریف ضلع گجرات اور جہلم کی سرحد پر واقع قصبہ میں نوگزے مزار کو لمبا کروایا، کتبہ لگوایا "مزار حام فرزند نوح علیہ السلام"۔

پھر سات برس بعد مرزا قادیان نے سری نگر جا کر ایک اور صحابی جس کا کشمیری نام یوزآسف تھا (یاسر بن سوار عربی) کے مزار پر کتبہ لگوایا۔

(۱۴) میرزا قادیان نے ضخیم کتاب "مسیح ہندوستان میں"، لکھی، اس میں حضرت عیسیٰ کے مفروضہ سفر فلسطین سے سری نگر براستہ سیالکوٹ، جموں بیان کیا۔

(۱۵) خواجہ کمال الدین ایک میرزائی نے اس کتاب کا ترجمہ انگریزی شروع کیا۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے خواجہ نذیر احمد نے مکمل کیا، نام رکھا "عیسیٰ زمین یا آسمان پر"

(۱۶) زبردست احتجاج کے باوصف جو مسلمانوں اور عیسائیوں کی طرف سے کیا گیا، سرکار انگریزی نے کتاب بحق سرکار ضبط نہ کی اور نہ مہاراجہ کشمیر نے کتبہ ہٹانے کا حکم دیا۔ وجہ یہ بتلائی گئی کہ "میرزا قادیان حکومت برطانیہ کا خیر خواہ ہے"۔

(۱۷) برصغیر پاک و ہند میں کوئی نبی نہیں آیا۔ صرف حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں پھرتے پھراتے سری لنکا سے جدہ پہنچ کر اماں حوا سے جا ملے۔

(۱۸) فلسطین کو مرکز مان کر ۵۰۰ میل نصف قطر کا دائرہ کھینچیں، اس دائرہ میں نبیوں کی سرزمین آجائے گی۔ ظاہر بظاہر ہندوستان نبیوں کی سرزمین نہیں۔

(۱۹) فلسطین سے چل کر یہ نبی گجرات ہی کیوں آئے، ہندوستان کے ۱۳۵ اضلاع میں گجرات کا کیوں انتخاب کیا؟ (یہ جناب

احسان قریشی صابری کا ایک سوال ہے)

(۲۰) دُوسرا سوال یہ تھا کہ ایک نبی کے بعد دُوسرے نبی حضرت طالوتؑ تقریباً دو ہزار برس بعد ہی کیوں گجرات تشریف لائے۔

(۲۱) میرزا قادیان نے دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا، مگر اس کی کوشش تھی کہ ہندوستان کو نبیوں کی سرزمین بنا دے۔

جناب احسان قریشی صابری رقمطراز ہیں:
"ان اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے، اس کے زرخیز دماغ میں پہلے ہی یہ سکیم موجود تھی۔"

نوگزی قبروں، قبورِ طویلہ کا ذکر اذکار اِدھر اُدھر کتابوں، ذاتی یادداشتوں، مشاہیر گجرات اور گجرات کی باتوں میں موجود و معلوم ہیں، مگر پبلک کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کرنے کی سعادت ایم زمان کھوکھر کو ملی۔ اس سلسلہ میں ان کا مقالہ ماہنامہ "حکایت" لاہور (۱۹۹۱ء) بعد ازاں ہفت روزہ "فیملی" میں شائع ہوا۔

جناب ایم زمان کھوکھر کا دعویٰ تھا، کہ گجرات کی سرزمین میں کم از کم چار انبیائے بنی اسرائیل کے مزاراتِ مقدسہ ہیں۔

جناب احسان قریشی صابری نے مدیر "زندگی" کو خط لکھا، درخواست کی کہ ان کا جوابی مقالہ اپنے ماہنامہ میں شائع کریں۔

جناب احسان قریشی صابری نے دعویٰ کیا کہ نوگزی قبریں انبیائے بنی اسرائیل کی نہیں، صحابہ کرامؓ کی ہیں جو سرورِ کائنات، فخرِ موجودات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدینؓ کے مبارک دور میں ہندوستان تشریف لائے۔

رسولوں پر ایمان واجب ہے، انبیائے بنی اسرائیل کی قبروں کی زیارت خوش بختی ہو گی مگر ــــ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی بات دُوسری ہے۔ نوگزی قبریں صحابہ کرامؓ کی ہوں تو اور کیا چاہیئے۔

آخری صحابی حضرت ابوطفیلؓ ہیں، جن کا انتقال ۱۰۹ھ میں ہوا۔ فرمایا: "تم آج کی رات میں میری کہی بات کو یاد رکھنا کہ آج کے موجود انسانوں میں سے ایک سو سال کے بعد کوئی شخص زمین پر زندہ نہیں رہے گا۔"
(نزہت الخواطر ج ۱ ص ۲۲۵ بحوالہ صحیح بخاری)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے

دورِ خلافت میں جنگِ عراق کی ابتداء ہوئی۔ شام کی جنگ شروع ہوئی۔

حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں قادسیہ اور دمشق فتح ہوئے۔ یروشلم کا محاصرہ کیا گیا جزیرہ فتح ہوا۔ حضرت عمرؓ بہ نفسِ نفیس داخل یروشلم ہوئے۔ خوزستان اور شوشتر فتح ہوئے حران، نصیبین، موصل پر قبضہ کیا گیا۔ مصر کی سرزمین کا پہلا قلعہ لے لیا گیا۔ یہ فتح مصر کی ابتدا تھی۔ اس کے بعد ایران کی باری آئی۔ فتح ایران کے ساتھ سلطنتِ کسریٰ ختم ہوئی، مسلمانوں کا ابی سینیا تک قبضہ ہوا۔ آذربائیجان، طرابلس فتح ہوئے، خراسان کرمان اور سیستان پر حملے ہوئے۔

بہرحال مسلمانوں کی ہندوستان کی طرف پیش قدمی کی ابتدا خلافتِ سوم سے پیشتر نہیں ہوئی۔ ہندوستان کی سرزمین سے سندھ کی فتح سب سے پہلے ہوئی۔ پہلا عرب جس نے سرزمینِ ہندوستان میں سندھ پر قدم رکھا، عبیداللہ بن بنہان تھے جو سندھ میں کام آئے۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے عمان کے گورنر کو حکم دیا کہ دیبل جا کر مسلمان عورتوں اور بچوں کو نکال لائے جنہیں مالدیپ کے جزیرے میں قید رکھا گیا تھا۔

سندھ سے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی گئی تھی، "وہاں پانی کم ہے، چور نڈر ہیں، زمین پتھریلی ہے، لشکر کی زیادہ تعداد میں ہوں تو بھوکوں مرنے لگیں، اور کم ہوں تو لوگوں کے ہاتھوں سے مارے جائیں۔"

(نزہت الخواطر ج ۱ ص ۴۹)

سندھ بہت بعد زمانہ حجاج بن یوسف ثقفی میں فتح ہوا۔

جو حضرات سرزمین ہندوستان میں وارد ہوئے، یہ ہیں:

۱۔ عبیداللہ بن نبہان
۲۔ بدیل ابنِ طہفہ بجلی
۳۔ نبانہ ابنِ حنظلہ کلبی
۴۔ حکم ابنِ ابو العاص ثقفی
۵۔ حکیم بن جبلۃ العبدی
۶۔ داؤد بن نصر کمانی
۷۔ اعوۃ بن عمیر طائی
۸۔ زائدۃ ابن طیرہ طائی
۹۔ عبدالرحمٰن بن عباس ہاشمی
۱۰۔ قاسم بن ثعلبہ طائی
۱۱۔ محمد بن حارث علافی
۱۲۔ محمد بن قاسم ثقفی

۱۳۔ محمد بن معصب ثقفی

۱۴۔ محمد بن ہارون نمری

۱۵۔ معاویہ ابنِ حارث علافی

۱۶۔ مغیرہ بن ابو العاصی

۱۷۔ یزید بن ابی کبشہ

ان حضرات کی سعی مشکور سے سندھ بالآخر فتح ہُوا۔ تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا مرحلہ ابھی نہیں آیا تھا نہ ابھی اس کا موقع یا وقت تھا۔ عرب فاتح زیادہ سے زیادہ اپنا دائرہ اختیار ملتان اور اوچ شریف تک پھیلا سکتے تھے۔ پنجاب اور شمالی ہندوستان میں فتوحات کے راستے جس پر گجرات بھی واقع ہے سلطان محمود غزنوی اور محمد غوری نے کھولے۔

جناب احسان قریشی صابری نے ۲۷ صحابہ کرامؓ کے نام نامی و اسمائے گرامی شاملِ فہرست کیے ہیں، جن سے متعلق ان کا دعویٰ ہے کہ سرزمینِ ہندوستان تشریف لائے۔ مسلمانوں میں علمِ حدیث نے علم رجال کو جنم دیا، کھوٹے کھرے کی تمیز واضح ہو گئی۔ حفاظِ حدیث نے ہر چیز چھان پھٹک دی۔ صحابہ کرامؓ پر مستند کتابیں موجود ہیں۔ اصابہ، اسد الغابہ، تہذیب التہذیب، طبقات ابن سعد، نیت پر شک مناسب نہیں، جناب احسان قریشی صابری نے اپنی صحابہ کرامؓ کی فہرست کے سلسلہ میں اطمینان کر لیا ہو گا۔

جناب احسان قریشی صابری نے بابا رتن محمد کا نام اپنی فہرست میں نمبر ۲۷ پر لکھا ہے.......

نزہت الخواطر ج ۱ ص ۲۲۰ عنوان ہے "بابا رتن ہندی بٹھنڈوی ۶۳۲ھ مطابق ۱۲۳۴ء ہندوستان میں سرباتک کے بعد دُوسرا کذاب"

"بوڑھا معمر الرضا رتن بن کرپال ابن رتن ہندی سرہندی تبریزی چھٹی صدی عیسوی کے بعد اُٹھا۔ اس سے بعض نے حدیث سُنی بعض نے اس کی صداقت سے انکار کیا کیونکہ اُس نے رسولؐ کے بعد اس قدر طویل مدت میں نمودار ہونے کے باوجود صحابی رسول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کا ادعا کیا"

علامہ ذہبی نے اپنی کتاب تجرید فی اسماء الصحابہ میں لکھا ہے۔

"رتن ہندی مشرق میں سن ۳۰۰ ہجری میں پیدا ہُوا۔ اس نے صحابی ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس سے بعض جاہلوں نے روایت سُنی اور اس کی تعریف کی۔ بعض کذابین نے تو اس کا نام بدل دیا اور جس

طرح اس سے پہلے سرباتک ہندی کی داد و تحسین کی اسی طرح رتن کی تعریف کراٹھے مگر رتن تو ابلیس لعین ہے جس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایت اور آپ سے سماعت حدیث کا پاکھنڈ کھڑا کیا۔"

(بحوالہ ذہبی تجرید فی اسماء الصحابۃ، نزہت الخواطر ج ۱ ص ۲۲۴)

فہرست میں نمبر ۲۶ پر جناب احسان قریشی صابری نے عزیز مکی کا نام لکھا ہے۔ سرباتک اور رتن ہر ہندی کے بعد یہ تیسرا کذاب ہے۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کی روایت اور صحبت کا اعادہ کیا۔ اس سے متعلق کہا جاتا ہے کہ اس نے حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کا زمانہ پایا۔ ان کے بعد آنے والے نبیوں کو دیکھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی، ان پر ایمان لائے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ ایک غزوہ میں شریک ہوئے، مگر ایک کیفیت طاری ہو گئی جس میں چالیس برس ڈوبے رہے، جنگ جمل و صفین میں میں حضرت امیرالمومنین علی ابن ابی طالب علیہ السلام کے ہمرکاب رہے۔ اس زمانہ میں عزیز مکی اس کیفیت سے نکل آئے تھے۔ پھر ایک تہہ خانہ میں جا کر ۴۰ برس کیلئے سو گئے، ۴۰ برس کے بعد نکل کر بلادِ اسلامیہ کی سیر کی۔ ان کی چار قبریں ۴ مقامات پر ہیں، یہ چوتھی قبر میں حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر کے پاک پٹن میں محو خواب ہیں۔

(نزہت الخواطر ج ۱ ص ۲۵۰-۲۵۲ خلاصہ مطالب)

اصابہ، اسد الغابہ[1]، تہذیب التہذیب بڑی کتابیں ہیں، شاید آسانی سے دستیاب بھی نہیں۔ کتاب طبقات ابن سعد کا ترجمہ اردو نفیس اکاڈمی کراچی سے شائع ہوا ہے جو بآسانی دستیاب ہے۔ کاش جناب احسان قریشی صابری ذرا سی زحمت گوارہ فرماتے۔

جناب احسان قریشی صابری اور نہ سہی صرف ایشوری پرشاد کی زمانہ وسطیٰ میں ہندوستان کی تاریخ کے دوسرے باب جو مسلمانوں کی آمد آمد ہندوستان سے متعلق ہے، ایک سرسری نظر ڈال لیتے۔ انڈین پریس الہ آباد سے ۱۹۵۲ء میں شائع ہونے والی یہ ایک ایسی کتاب ہے جو جناب احسان قریشی صابری کے زمانہ میں بی۔اے کے کورس کی کتاب تھی۔

جناب احسان قریشی صابری نے اپنی

[1] ترجمہ اردو میں مطبوعہ موجود ہے

فہرستِ صحابہؓ میں ۲۳ نمبر پر یاسر بن سوار کا نام نامی لکھا ہے۔ انہوں نے یاسر بن سوار کا کشمیری نام یوز آسف بتلایا ہے۔

یوز آسف یاسر بن سوار نہیں (جیسا کہ جناب احسان قریشی صابری کا دعویٰ ہے) یاسر بن سوار، یوز آسف یا حضرت عیسیٰؑ بھی نہیں (جیسا کہ میرزا قادیان کا دعویٰ ہے) یوز آسف جدا جسم و جان، جدا شخصیت ہے جو نا معلوم گمنام نہیں، قصہ یوز آسف بلوہر شائع ہو گیا ہے۔ مقدمہ کتاب میں یوز آسف سے متعلق معلومات مہیا کر دی گئی ہیں۔

اپنے دعویٰ کے سلسلہ میں جناب احسان قریشی صابری نے غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا ہے، تاہم جناب احسان قریشی صابری بے بنیاد دعویٰ کے سلسلہ میں تحقیق و تفتیش کے روادار نہیں ہو سکتے تھے۔ جناب سید کشفی نظامی نے کشف القبور کے ذریعہ سے انکے ایمان کی سلامتی کے ساتھ ان کے نزدیک تحقیق کی درستگی کی راہ سنوار دی ہے۔

جناب احسان قریشی صابری نے فرمایا کہ میرزا غلام احمد قادیان نے سیالکوٹ ڈی۔ سی آفس میں نوکری کے دوران شیخ چوگانی، بڑیلہ شریف، راول شریف قبورِ طویلہ نوگزی لمبی قبروں پر انبیائے بنی اسرائیل کے نام کی تختیاں لگوائیں اور ــــ سری نگر میں یوز آسف کی قبر پر بورڈ لگوا دیا، کہ یہاں حضرت عیسیٰؑ دفن ہیں۔......

جناب ایم زمان کھوکھر نے فرمایا، یہ غلط اور جھوٹ ہے ــــ جناب ایم زمان کھوکھر کی رائے درست ہے، صرف لفظ "جھوٹ" ضرورت سے زیادہ سخت ہے جس کی ضرورت نہیں۔ غلط بات (اگر کہا بھی نہ جائے) بہر حال جھوٹ ہوتی ہے۔

(میرزا قادیان کے دعویٰ کے سلسلہ میں تحقیقات مناسب مقام کیلئے اٹھا رکھنا بہتر ہو گا)

پیشِ نظر کتاب تہذیب التہذیب (مجلد ۱ - ۱۲) تالیف امام حافظ شیخ الاسلام شہاب الدین ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ مطبوعہ دائرہ معارف نظامیہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۷ھ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے جناب احسان قریشی صابری کی فہرست سے نمبر ۳، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵/۱۸، ۱۹، ۲۵، کے اپنے شرف

صحابیت ثابت نہیں۔ نمبر ۲۱ شرف صحابیت (بحوالہ اصابہ/نزہت الخواطر ج ۱ ص ۴۷) رکھتے ہیں، تہذیب التہذیب میں حافظ ابن حجر عسقلانی نے ان کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ حکم بن ابو العاص ثقفی ہیں۔

خلافت دوم کے عہد میں عمان و بحرین کے گورنر تھے۔ انہوں نے حضرت عمر ابن خطابؓ کو رپورٹ دی کہ سندھ کی مہم میں خطرہ ہی خطرہ ہے۔ نمبر ۱۳ حکم بن جبلہ کی روایت سے انکار کیا گیا ہے۔ (نزہت الخواطر ج ۱ ص ۲۹) نمبر ۲۳، ۲۶، ۲۷ سے متعلق صورتِ حال پیش کر دی گئی ہے۔

کسی طور پر ثابت نہیں، نہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیؓ سرزمینِ ہندوستان میں تشریف لائے، یا یہ کہ گجرات یا ہندوستان میں کسی اور مقام پر نوگزی قبور طویلہ صحابہ کرامؓ کی ہیں۔

جناب احسان قریشی صابری کے ذمہ اس سوال کا جواب بھی تھا کہ اتنی بڑی تعداد میں دوسری نوگزی قبریں، کن بزرگوں کی ہیں۔ جناب احسان قریشی صابری کا جواب ہے، کہ صدیوں بعد ان لمبی قبروں کی دیکھا دیکھی لوگوں نے اپنے بزرگوں کی لمبی چوڑی قبریں بنا لیں۔ مگر جب لوگوں کو معلوم تھا کہ یہ قبریں صحابہ کرامؓ کی ہیں، تو کیسے جرأت ہو سکتی تھی کہ صرف اپنے بزرگوں کی لمبی چوڑی قبریں بنا کر انہیں صحابیوں کے زمرے میں شامل کرے۔

اگر یہ درست تسلیم بھی کر لیں کہ نوگزی قبریں بنالی گئی تھیں، تو اس کا جواب کیا ہوگا کہ ایک مقام پر صرف ایک یا دو نوگزی قبریں کیوں ہیں۔ ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی نوگزی قبروں کا رواج عام ہو جاتا اور قبرستان کے قبرستان نوگزی قبروں سے پُر ہو جاتے۔

جناب احسان قریشی صابری کا دعویٰ کہ صحابہ کرامؓ کی قبریں عام لوگوں کی قبروں سے ممتاز کرنے کیلئے نوگزی بنائی جاتی تھیں، صرف دعویٰ بے دلیل ہے۔

احمد کے سوانح حیات ج ۱، اے آر درد ایم۔اے، سابقہ امام لندن مسجد، (مطبوعہ لاہور ۱۹۴۹ء) لکھتے ہیں۔

"میرزا قادیاں کا تعلق برلاس خاندان سے تھا جو تیموری تھا" ساتھ ہی لکھا گیا ہے "برلاس لفظ ایرانی ہے جس کی بنا

پر خاندان برلاس کو ایرانی الاصل سمجھنا چاہیئے۔
حاجی بیگ بابر بادشاہ کے عہد میں وارد ہندوستان ہُوا۔ بابر سے جاگیر ملی۔ حاجی بیگ نے لاہور سے تقریباً ۷۰ میل دُور، دریائے بیاس کے کنارے اسلام پُورہ کے نام سے گاؤں بسایا، اسے قاضی مقرر کیا گیا تو اسلام پورہ قاضی ہُوا۔ بعد ازاں اسلام پورہ قاضیاں ہو گیا۔ اسلام پورہ محو ہُوا، قاضیاں رہا، جو قادیاں ہو گیا۔"

مغلیہ دَور میں خاندان کے افراد برابر منصبدار رہے۔ سکھوں کا دَور دَورہ ہُوا، رنجیت سنگھ، اس کے خاندان نونہال سنگھ، شیر سنگھ سے وفاداریوں میں دِن گزرے۔ یہی وفاداری انگریزوں کے حصّہ میں آئی۔ جب انگریز بہادر کا پنجاب پر قبضہ ہُوا، جنگِ آزادی (۱۸۵۷ء) میں انگریزوں کی امداد و تعاون کے مُعاوضہ میں' انعام نقد، وظیفہ اور پروانہ خدمت مِلا۔

تاریخ پیدائش ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء ہے۔ اساتذہ میں فضل الٰہی، فضل احمد اور گل علی شاہ کے نام مِلتے ہیں۔ کھیل کود کا شوق نہیں تھا۔ سواری، تیراکی سیکھی، ہتھیاروں کا استعمال جانتے تھے، دُنیاوی معاملات میں والد صاحب حد درجہ مایوس تھے البتہ مزارعوں سے مقدمات لڑاتے تھے۔

اے آر درد رقمطراز ہیں: "کشمیر میں احمدی تحریک پھیلی، لوگ قادیان آئے، ڈاکٹر صادق نے کہا کہ وہاں کسی پیغمبر کا مزار ہے، یہ دلچسپی کی بات تھی۔"

فرانسیسی ڈاکٹر برنیر نے محی الدین محمد اورنگ عالمگیر بہادر کی ہمراہی میں کشمیر کا سفر کیا، سفرنامہ میں لکھا کہ پُرانے سری نگر کے قریب ایک قبر ہے، جسے حضرت عیسیٰؑ کی قبر کہتے ہیں۔

"مولوی نور الدین چودہ برس کشمیر میں رہے، کہا سری نگر کے ایک محلہ میں ایک نبی کی قبر ہے جسے یاز آسف کہتے ہیں۔"

"مقامی تحقیقات سے مزید حقائق سامنے آئے۔ پیغمبر کا نام یاز آسف تحقیق ہُوا، جو "جیزس" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ یہ پیغمبر ۱۹۰۰ برس قبل (تقریباً ۶۰۰ برس پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پہلے) کسی دُوسرے مُلک سے ہندوستان آئے تھے۔ بعض اسے عیسیٰ صاحب کی قبر کہتے ہیں، بعض شہزادہ بتلاتے ہیں۔ یہ قبر محلہ خانیار سری نگر میں واقع ہے، جہاں صرف مسلمان

رہتے ہیں، کوئی ہندو آباد نہیں۔ اس معاملہ پر غور و خوض اور مزید تحقیقات کے یقین ہوا کہ یہ قبر حضرت مسیحؑ کی ہے۔"

(احمد کے سوانح حیات ج ۱ باب ۶۵ ص ۴۹۵)

کتاب ہذا کے ص ۲۳۶ کے سامنے فوٹو تصویر دی گئی ہے۔ جس پر مقبرہ یوز آسف نبی اُردو رسم الخط میں اور تصویر کے نیچے انگریزی میں لکھا ہے "حضرت عیسیٰ مسیح کا مقبرہ سری نگر کشمیر۔"

اس دعویٰ کے ثبوت میں کہا:

۱۔ متی کی انجیل میں لکھا ہے کہ عیسیٰؑ کو اسرائیل کی "گمشدہ بھیڑیں" جمع کرنے بھیجا گیا تھا۔

۲۔ سماریا کی فتح کے بعد اسیریا کے شہنشاہ نے یہودیوں کو قیدی بنا کر حالہ، خابر اور گزن دریا کے کنارے اور میڈیا کے شہروں میں رکھا (دھلر کہتا ہے تاریخ اسرائیل کا یہ واقعہ ۷۲۲ قبل مسیح ہوا۔ جلاوطن یہودیوں کی تعداد ۲۷۲۹۰ بتلائی گئی ہے۔)

۳۔ تاریخ جہان کا مؤلف ج ۲ میں لکھتا ہے کہ یہودیوں کو شمالی میسوپوٹیمیا میں منتشر کر دیا گیا تھا۔ لوگوں کی بھاری تعداد فرات کے پار لے جائی گئی۔

۴۔ بائیبل میں ہے " بنی اسرائیل لے جائے گئے" جس کے معنی ہیں سارے یہودی۔

۵۔ سب کے سب یہودی واپس نہیں آئے۔ یہودیوں نے اپنی بستیاں مشرقی علاقوں میں بسالیں۔

۶۔ آستر کی کتاب میں لکھا ہے، ایرانیوں کی حکومت ہندوستان سے حبشہ تک تھی۔ اسرائیلی قبائل ایرانی علاقہ میں رہتے تھے۔

۷۔ آج بھی افغان اور کشمیری دعویٰ کرتے ہیں کہ اُن کا تعلق یہودی قبائل سے ہے۔

۸۔ انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا اور انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اس دعویٰ کو قبول کیا گیا ہے۔

۹۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کارِ نبوت اپنے علاقہ میں ہوتا نظر نہ آتا تھا۔ آپ مشرق کی طرف چلے آئے تاکہ "اسرائیل کی بھیڑوں" کو جمع فرمائیں۔

۱۰۔ یقین و اطمینان کر کے "ست بچن" ۱۸۹۸ء اس کے بعد رسالہ "رازِ حقیقت" لکھا اور اور پھر رسالہ "مسیح ہندوستان میں" ۱۸۹۹ء میں شائع کیا، ثابت کرنا مقصود تھا کہ حضرت عیسیٰؑ نے صلیب پر جان نہیں دی (جیسا کہ عیسائیوں کا خیال ہے) نہ انہیں آسمان پر

لے جایا گیا (جیسا کہ مسلمانوں کا خیال ہے)
حضرت عیسیٰؑ ہندوستان، کشمیر میں تشریف لائے۔

رسالہ "مسیح ہندوستان میں" قادیان سے باہتمام شیخ یعقوب علی تراب، مالک مطبع، ۱۹۰۸ء میں شائع ہُوا۔ خزائن روحانی ج ۱۵ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں رسالہ "مسیح ہندوستان میں" معہ پیش لفظ شامل ہے، جس میں اناجیل مروجہ، قرآنِ حکیم، احادیث نبویؐ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم، طب، تاریخ و تذکرہ سے اس سلسلہ میں ثبوت پیش کیے گئے ہیں:۔

۱۔ متی کی انجیل میں ہے "یونسؑ ۳ دن مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ ویسا ہی ابنِ آدم ۳ دن رات زمین کے اندر رہے گا۔ حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے جو حکم حضرت یونسؑ پر نافذ ہوگا، وہی ابنِ آدم پر ہوگا۔

۲۔ شاہ اسود، سامریہ سے بنی اسرائیل کو ۷۲۱ ق م اسیر کر کے لے گیا۔ ان گمشدہ بھیڑوں کی تلاش مسیحؑ نے کرنا تھی۔

۳۔ صلیب پر کھینچے جانے والا اور مر جانے والا لعنتی ہے۔ یہ بات مسیحؑ کے لائق نہیں۔

۴۔ حضرت مسیحؑ نے کہا "میں اپنے جی اُٹھنے کے بعد تم سے آگے گلیل جاؤں گا۔"
(متی کی انجیل)

۵۔ وہ گلیل کی سڑک پر جاتا ہوا دکھائی دیا
(مرقس کی انجیل)

۶۔ وہ ان ۱۱ حواریوں کو ملا جب وہ کھانا کھا رہے تھے۔ اپنے ہاتھ پاؤں جو زخمی تھے، دکھائے۔ انہوں نے گمان کیا یہ شاید رُوح ہے۔ تب اس نے کہا، مجھے چھُوؤ! اس نے ایک بھُنی ہوئی مچھلی کا ٹکڑا اور شہد کا چھتا لیا اور ان کے سامنے کھایا۔
(مرقس کی انجیل)

۷۔ صلیب پر کھینچ کر آدمی کے ہاتھوں اور پاؤں میں میخیں ٹھونک دی جاتی تھیں۔ ایک دن بعد اس کی جان بخشی کا ارادہ ہو تو اسے اتار لیا جاتا تھا اور اس کی ہڈیاں نہیں توڑی جاتی تھیں، اسی قدر عذاب کافی سمجھا جاتا تھا۔

۸۔ عیسیٰؑ ۳ دن صلیب پر نہیں رہے بلکہ تقریباً ۲ دو گھنٹے رہے۔ دن کے آخر حصہ میں صلیب دینے کا فیصلہ ہوا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، جو صرف تھوڑا سا باقی تھا۔ اگلا دن "سبت" کا تھا جو یہودیوں کی عید

فسخ ہوتی ہے۔ یہودیوں کیلئے حرام ہے
کہ کوئی سبت کی رات صلیب پر رہے۔
یہودی قمری حساب رکھتے تھے۔ اس لیے
رات ' دن سے پہلے آتی تھی۔

۹۔ چھٹے گھنٹہ آندھی اور طوفان آیا۔
(مرقس کی انجیل)

۱۰۔ پلاطونس ابھی عدالت میں تھا، کہ
اس کی بیوی نے عیسیٰؑ کی سفارش کی۔
(متی کی انجیل)

۱۱۔ حاکم کا دوست در پردہ حضرت مسیحؑ کا
شاگرد تھا۔ اُسی نے "میت" وصول کر
کے جھٹ پٹ قبر کی گرمی میں رکھی۔ اس
زمانہ میں یہودیوں کی قبریں عام قبروں جیسی
نہیں، بلکہ ایک "کوٹھے" جیسی اندر سے فراخ
ہوتی تھیں۔ اس کے ایک طرف کھڑکی رکھی
جاتی تھی۔ دوست نے مرہم عیسیٰؑ لگایا اور
پھر خاموشی کے ساتھ گلیل کی طرف رخصت
کیا۔ جب انہوں نے دیکھا، تو عیسیٰؑ کو قبر
میں نہ پایا۔

۱۲۔ قرآن مجید میں لکھا ہے، نہ اسے قتل
کیا گیا نہ صلیب دیا گیا بلکہ ان کو شبہ ہُوا۔
یہودیوں نے کہانی گھڑی تھی کہ سردار کاہن
کے گھر میں سازش تیار ہوئی تھی اور حضرت
عیسیٰؑ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ قرآن نے اس
کی تردید کی۔ حضرت عیسیٰؑ نے صلیب پر بھی
جان نہیں دی۔ ۲ / ۲½ گھنٹہ میں آدمی
مر نہیں جاتا۔

۱۳۔ احادیثِ نبویؐ میں آیا ہے کہ حضرت
عیسیٰؑ نے ۱۲۵ برس کی عُمر پائی۔

۱۴۔ مرہم عیسیٰؑ کا نسخہ موجود و معلوم ہے۔
جسے عیسائی، یہودی، مُسلمان اطباء برابر نقل
کرتے آئے ہیں۔ اس کا جزو "مُر" ہے۔
جس سے خُون بند ہو جاتا ہے۔

صاحب القانون فی الطب' ابو علی
ابن سینا، ذکریا رازی، صاحب کتاب الحاوی'
قطب الدین شیرازی، شارح القانون،
صاحبِ کامل الصناعۃ، علی بن عباس ربن
الطبری مجوسی کے علاوہ صاحب تذکرۃ الاسباب،
داؤد الطاکی' ایک ہزار سے زیادہ اطبا نے
(یہ تعداد صاحب رسالہ مسیح ہندوستان میں
نے لکھی ہے) مرہم عیسیٰ کا ذکر کیا ہے۔
قرابدین رومی حضرت عیسیٰؑ کے قریبی عہد
میں لکھی گئی، جس کا ترجمہ عربی موجود ہے۔
مرہم عیسیٰ کا نسخہ درج کتاب ہے۔

۱۵۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شوق
سیر و سیاحت کا ذکر روضۃ الصفا میں آیا ہے

صاحبِ رسالہ "مسیح ہندوستان میں" "مسیح کو سیاحت سے ماخوذ سمجھتے ہیں۔ سفرِ عیسیٰؑ کا اعتماد و اعتبار کے ساتھ نقشہ مرتب کیا گیا ہے۔

۱۶۔ بدھ مت کی کتابوں میں ایک اور آنے والے بدھ کی پیش گوئی موجود ہے۔ صاحبِ رسالہ "مسیح ہندوستان میں" اس کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ آنے والا بدھ، "مسیح" ہو سکتا تھا۔

اس طول طویل مطالعہ کے لیے معذرت کی ضرورت نہیں۔ مرزا قادیان نے صرف یہ دعویٰ پایہ ثبوت کو پہنچانے کی کوشش کی کہ سری نگر کشمیر کے محلہ خانیار میں حضرت عیسیٰؑ کی قبر موجود ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کو نہ صلیب دیا گیا نہ آسمان پر اٹھا لیا گیا۔۔۔ حضرت عیسیٰؑ نے کم و بیش ۱۲۵ برس کی طویل عُمر پا کر کشمیر میں انتقال فرمایا۔

اسی بُنیاد پر مفتی صادق نے "قبرِ مسیح" محمد یوسف قادیانی نے "عیسیٰ در کشمیر" رسالے لکھے۔ اسد اللہ کشمیری نے رسالہ "امام مہدی کا ظہور" ترتیب دیا۔ خواجہ نذیر احمد نے "عیسیٰ زمین یا آسمان" کے عنوان سے زبان انگریزی میں رسالہ "مسیح ہندوستان میں" کا ترجمہ مکمل کیا جسے خواجہ نذیر احمد کے والد نے شروع کیا تھا، مگر اسے موت نے مہلت نہ دی تھی۔

یہ سلسلہ چل نکلا تو بے پر کی اڑائی جانے لگی۔ کہا گیا، مری کی بستی میری (حضرت مریمؑ) کے نام پر بسائی گئی تھی۔ پنڈی پوائنٹ کے ٹیلے کا نام مڑھی ہے جسے "مریاں" بھی کہا جاتا ہے "مڑھی" اور "مریاں" دونوں "میری" کی بگڑی ہوئی شکلیں ہیں۔ میری کو پنجابی میں "مریاں" کہتے ہیں۔ کہتے ہیں اس مقام پر حضرت مریمؑ نے عبادت و ریاضت فرمائی۔ یہیں سے حضرت مریمؑ، حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ سری نگر تشریف لائیں۔ یہاں آنحضرتؑ نے انتقال فرمایا، تجہیز و تکفین کے بعد حضرت مریمؑ مظفر آباد سے ایبٹ آباد پہنچیں۔ حویلیاں جاتے ہوئے تَرعیلی مُرگیں۔ "کھوتا قبر" کے مقام پر اسے دفن کیا گیا۔

اَب بعض اہلِ تحقیق نے مزید ہمت و حوصلہ سے کام لیا (انہیں میں جناب احسان قریشی صابری بھی شامل کئے جا سکتے ہیں۔

اور میرزا قادیاں کے سر انبیائے بنی اسرائیل اور ان کی اولاد کے مزارات مقدسہ، قبورِ طویلہ، نوگزی قبروں کی صورت میں دریافت کا سہرا باندھ دیا۔

قبورِ طویلہ، لمبی نوگزی قبروں کی میرزا قادیاں کو خبر نہیں تھی۔ کسی کتاب یا رسالہ میں کہیں نوگزوں کا اشارتاً بھی ذکر موجود نہیں۔ میرزا قادیاں کا دعویٰ صرف یہ تھا کہ بنی اسرائیل نے افغانستان اور کشمیر میں بستیاں بسائیں، اور حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کی بھیڑوں کو جمع کرنے کے واسطے تشریف لائے۔

ابتداء میں میرزا قادیاں، عیسائیوں کی تردید کرتے تھے اور مسلمانوں کے ہم نوا تھے کہ انہیں صلیب نہیں دیا گیا، انہیں زندہ سلامت آسمان پر اُٹھالیا گیا تھا۔ اب "ست بچن" اور "رازِ حقیقت" میں میرزا قادیاں نے پرانے نظریہ سے رجوع کیا۔ رسالہ "مسیح ہندوستان میں" ترتیب دیا اور محلہ خانیار سرینگر کشمیر میں قبر مسیحؑ کی نشاندہی کی۔

کشمیر میں قبر مسیح اور ہندوستان کے انبیائے بنی اسرائیل کیلئے تبلیغ کی سرزمین ہونے کے حوالے سے (جس کی گواہیاں انبیائے بنی اسرائیل اور ان کی اولاد کی قبورِ طویلہ نوگزی قبروں کی صورت میں موجود تھیں) سوال بُنیادی نوعیت کا سوال بن جاتا ہے جس کی بنا پر خالص تاریخی نکتۂ نظر سے میرزا قادیاں کے دعویٰ اور پیش کردہ ثبوت کا تجزیہ ضروری ہو جاتا ہے۔

۱۔ اناجیل مروّجہ میں آیات کے معنی و مطالب وہ بھی ہو سکتے ہیں جو دعویٰ کے ثبوت میں میرزا قادیاں نے انہیں پہنائے ہیں مگر تعبیر و تشریحات میں ذاتی پسند و ناپسند، تعصبات کی صورت میں راہ پا سکتے ہیں۔

۲۔ حضرت عیسیٰؑ یہودیوں کی منتشر بھیڑوں کو جمع کرنے کا مشن لیکر اُٹھے تھے۔ یہ میرزا قادیاں کا دعویٰ ہے، مگر کیا یہ درست ہے اور درست ہو سکتا ہے؟ یہودیوں کی دشمنیاں مختلف وجوہات کی بنا پر حضرت عیسیٰؑ کو صلیب تک لے آئی تھیں، کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہودیوں نے جب بستیاں بسائیں (جن کی طرف حضرت عیسیٰؑ مبعوث ہوئے، جیسا کہ میرزا قادیان کا دعویٰ تھا) تو انھوں نے حضرت

عیسیٰؑ سے اپنی روایتی دشمنی ترک کر دی تھی۔

۲۔ کہا گیا ہے افغانستان میں بن یامین کے گمشدہ قبیلہ کی بستیاں ہیں، اس سلسلہ میں ۲ روائتی ثبوت پیش کیے جاتے ہیں۔

(الف) پٹھان جو خیموں میں رہتے ہیں بیچوں بیچ خیمہ کے آگ جلانے کے لیے جگہ رکھتے ہیں۔

یہی یہودیوں کا دستور ہے۔

(ب) پٹھان سود خوار قوم ہے۔

پہلا ثبوت جو ہے سو ہے خیموں میں بہرحال آگ جلانے کی جگہ بیچوں بیچ ہی رکھی جاسکتی ہے۔ حفاظت و احتیاط کا یہی تقاضا ہے۔

ہندو بھی سود خور قوم ہے مگر ہندو آریہ ہیں، سامی نسل سے یہودی نہیں ہیں۔

دعویٰ کیا گیا ہے کہ حضرت عیسےٰ یہودی بھیڑوں کو جمع کرنے آئے تھے۔ کیا بتلایا جاسکے گا کہ آنجناب کو اپنے مشن میں کس حد تک کامیابی ہوئی۔ کتنی یہودی بھیڑیں ہیکل کے گرد جمع کی گئیں۔ یا آنحضرت سے یہی ہوسکا کہ سرینگر پہنچیں اور مزار شریف یادگار چھوڑ جائیں۔ صلیب دیئے جاتے

کے وقت حضرت عیسیٰؑ کی عمر شریف ۳۲/۳۳ برس تھی۔ کم و بیش ایک سو برس حضرت عیسیٰؑ کو اپنے مشن کی تکمیل کیلئے ملے، اگر نتیجہ ......؟

۷۲۱ / ۷۲۲ قبل مسیح بخت نصر، یہودی قبائل کو قیدی بنا لایا تھا۔ کم و بیش چار سو برس کی طویل مدت یہودیوں کو مشرقی علاقوں میں بستیاں بسانے کیلئے کافی ہوگی۔ سکندر اعظم ۳۲۴ قبل مسیح ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ اس حملہ کی قابل قدر تحقیقی تفاصیل ہندوستان پر سمتھ کی کتاب میں موجود ہیں۔ سکندر کیساتھ یونانی مورخوں کی ایک تعداد وارد ہندوستان ہوئی تھی۔ یہ مورخ ٹیکسلا کے علاوہ متعدد مقامات پر ہندو سادھوؤں کا ذکر کرتے ہیں، جو جا بجا جنگل میں اپنی کٹیاؤں سے شہری آبادیوں میں اُتر آئے تھے ــــــ پلوٹارک کہتا ہے، ان سادھوؤں میں سے چند ایک کو سکندر کے حکم سے سزائے موت دی گئی۔ کسی مورخ نے کہیں اشارہ تک نہیں کیا کہ کوئی یہودی بستی کہیں افغانستان، کشمیر یا ہندوستان میں بیاس تک کہیں

موجود تھی۔ سکندر سوات کے راستے اٹک اور ٹیکسلا اُترا تھا۔ کسی یہودی بستی کے یہودی، سکندر کے خلاف صف آرا نہیں ہوئے۔ یہودی یونانی ہندوستانی لڑائیوں میں الگ تھلگ رہتے تو بھی معلوم ہوتا۔

سلطان محمود غزنوی کی فوج میں ہندو دستہ کی موجودگی کی اطلاع تاریخ یمینی میں موجود ہے۔ دارا کی ایرانی فوجوں کے ساتھ ہندو سپاہیوں کے دستہ نے یونانیوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اس کا ذکر یونانی مورخوں نے کیا ہے۔

کسی یہودی کا انفرادی یا یہودیوں کا اجتماعی کوئی ذکر اذکار کسی حوالہ سے کہیں موجود نہیں۔

دعویٰ کیا گیا ہے کہ یہودی پہلے ہندو پھر "بدھ" ہو گئے تھے۔ ہنود اور یہود دو قومیں "مشنری" نہیں اور اپنا آبائی دین ترک بھی نہیں کرتیں۔ تاریخی حقیقت ہے کہ صرف جو ہندو پیدا ہُوا ہے ہندو ہے اور یہودی بچہ، یہودی ہے۔

ہندوستان کے اصلی قدیم باشندے آریاؤں کی ہندوستان میں آمد کے بعد "شودر" کہلائے، ہندو نہیں ہو گئے، نہ انہیں کبھی ہندو سمجھا گیا۔

مشرق میں یہودی بستیاں بسانے کا دعویٰ اگر درست ہو تو یہودی بستیوں میں یہودی آج بھی آباد ہونے چاہئیں۔

یہودی بدھ نہیں ہو سکتے تھے۔

مہاتما بدھ ۶۰۰ قبل مسیح میں پیدا ہوا۔ بدھ مت صرف مگدھ دیش میں قبول کیا گیا مگر وہاں بھی بدھ کے پیروکار بڑی تعداد میں نہیں تھے۔

پنجاب میں یونانیوں کے خلاف کامیاب بغاوت کے بعد چندر گپت موریا نے مگدھ پر قبضہ جما لیا۔ سکندر کے جرنیل سلوکس کو شکست دی، جس کے حصہ میں سکندر کا مفتوحہ مشرقی علاقہ آیا تھا۔ چندر گپت کا بیٹا بندوسار تھا۔ بندوسار کے بیٹے اشوک کی تبلیغی سرگرمیوں سے بھی بدھ مت زیادہ تر مشرقی ممالک اور لنکا میں پھیلا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کشمیر و افغانستان کے علاوہ وسط ایشیا میں بدھ مت کی اشاعت مہاراجہ کنشک کے زمانہ میں ہوئی۔ اس سلسلہ میں سن بندی ملاحظہ فرمائیں۔

سکندر کا حملہ ۳۲۶ قبل مسیح

سکندر کی وفات ۳۲۳ قبل مسیح

چندر گپت موریا، یونانیوں کی شکست، پنجاب پر قبضہ، مگدھ کا راجہ
۳۱۷ قبل مسیح

سلوکس کا حملہ شکست ۳۰۵ قبل مسیح

بندوسار کی تخت نشینی ۲۹۸ قبل مسیح

اشوک مہاراجہ تخت نشینی ۲۵۰ قبل مسیح

مہاراجہ کنشک تخت نشینی ۱۲۵ عیسوی

اگر حضرت عیسیٰؑ کی عمر شریف ۱۲۵ برس فرض کریں تو حضرت عیسیٰؑ مہاراجہ کنشک کی تخت نشینی کے سن و سال تک یہودیوں کی بھیڑوں کو جمع کر چکے ہوں گے۔

۸۔ مہاراجہ کنشک کے بدھ مبلغوں کی کامیابیاں اس حد تک کہ ایک یہودی بھی دینِ موسائی پر نہ رہا صرف ناقابلِ یقین ہو سکتی ہیں جبکہ ان کے درمیان خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجود تھے۔

۹۔ یہودیوں کی اکثریت بفرضِ محال ہندو یا بدھ ہو گئی تھی تاہم چند در چند ربانی آبائی دینِ موسائی پر قائم رہے ہوں گے۔ ربانی بنی اسرائیل کے صحیفوں کے امین تھے جنہیں وہ برسرِ منبر سنا دیتے تھے تا آنکہ حضرت دانیال نبیؑ نے ان تمام صحیفوں کو قلم بند کر لیا۔ یہودی ربانیوں کا ذکر اذکار تاریخ ہند کے اوراق میں کہیں نہ کہیں تو ہونا چاہیئے۔

ہندو بُت پرست تھے اور بُت پرست رہے۔ ان کی دیومالا میں دیوی دیوتا، بھوت پریت، جن و پری، نیک و بد روحیں سب شامل ہیں۔ وہ نیچر کی طاقتوں کو دیوتاؤں کے رُوپ میں دیکھتے تھے۔ ان میں تر سے مورتی کے علاوہ "اندر"، "اگنی"، "ورن" دیوتا تھے۔ صُبح کی دیوی "اوشا" کیلئے رگ وید میں بھجن موجود ہے۔ ہندو "کالی دیوی یا ماتا" کی پُوجا کرتے تھے۔ عقل و شعور کے دیوتا گنیش جی تھے۔ رام و کرشن کی اوتاروں کے رُوپ میں پُوجا کی جاتی تھی۔

بنی اسرائیل اپنی تعلیمات و اعتقادات میں موحّد تھے۔ یہودی ضابطہ حیات کے یُوں اجزاء دکھائے گئے ہیں۔

۱۔ توحید، یہواہ جو بنی اسرائیل کے لیے رحمان و رحیم تھا، مگر جب دُنیا فساد سے بھر جائے تو جبّار و قہّار۔

۲۔ یہواہ کا قانون جو بنی اسرائیل سے اطاعت کلّی کا طلب گار تھا۔

۳۔ اطاعت کا فائدہ نوعیت کے اعتبار

سے اجتماعی تھا۔

۴۔ معبد، جو یہواہ کا اعلامیہ تھا اور کاہن، موسیٰ و ہارون کی اولاد یہواہ کے نمائندے۔

اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ یہودی، اور یہودیت، وحدانیت کے تصور کے علاوہ تہذیبِ انسانی کے ورثہ میں کسی اور اضافہ کے اہل نہیں تھے۔

مہاتما بدھ، خدائی وجود کے سوال پر سکوت اختیار کرتا تھا۔ کبھی کہتا تھا اس ماورائی مسئلہ پر اسے غور و فکر کی فرصت نہیں۔ بعض مفکرین کی رائے کہ قرآن میں ذوالکفل، صاحب کپل دستو، مہاتما بدھ ہے، درست نہیں ہے۔ نبی موحد ہی ہو سکتا ہے، بدھ موحد نہیں تھا۔ اس کی ابتدائی تعلیم جنگل میں جس رشی کے زیرِ سایہ اس کی کٹیا میں ہوئی تھی "مادہ" کو قدیم مانتا تھا اور کائنات کو "پرمانو" یا "ایٹم" کا کھیل تماشا سمجھتا تھا۔

سائرس نے کہا "میرے سپاہی امن و امان سے بابل کی سلطنت پر چھا گئے۔ سماریہ اور عکاد میں کوئی کسی سے نہیں ڈرتا۔ پھر میں نے اندرونی معاملات پر تمام تر توجہ دی اور ان کو غلامی کے جوئے سے نجات دلائی۔"

۵۳۷ قبل مسیح یہودیوں کو واپسی کی اجازت ملی تھی۔

سائرس کو مولانا ابوالکلام آزاد نے "ذوالقرنین" ثابت کیا ہے۔ پرانے عہد نامہ میں اسے "خدا کا نیک بندہ" کہا گیا ہے۔

بابل سے مراجعت کے بعد یہودیوں پر ایک اور افتاد پڑی۔ سلوکس کے خاندان سے بادشاہ انٹی کس نے ۱۷۵ قبل مسیح یروشلم میں جم نے زیم بنوایا، مجبور کیا کہ یہودی، یونانی ٹوپیاں پہنیں، مالشیں کر کے ورزش کریں۔ اس نے ہیکل سے عبادت کے برتن نکلوا دیئے اور وہاں ذی الیس کا مجسمہ رکھوایا، کہا یہی یہواہ ہے۔ اعلٰے کاہنوں نے یونانی تہذیب قبول کی مگر دوسرا بھاری گروہ جسے "مقدس" کہتے تھے جو یہودی عوام میں بہت مقبول تھا، اس جبر کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا، یہودیوں نے بغاوت کر دی۔ تیسرے گروہ کاتبین نے یہودی روایات و حکایات، احکام خداوندی، ان کی تشریح و تعبیر کو قلم بند کیا۔ رفتہ رفتہ ایک طبقہ پیدا ہو گیا جو شدت اور غلو کے ساتھ احکاماتِ خداوندی

کے لفظ لفظ کا پابند تھا۔ ان اہل ظواہر کو "فریسی" کہتے تھے جن کی خدمات کو نظر انداز نہیں جا سکتا۔ یہی لوگ یہودیت و یہودیوں کے وجود کو قائم و دائم رکھنے کے ذمہ دار تھے۔

دعویٰ کہ یہودی ہندوستان میں بُت پرست، ہندو یا بدھ ہو گئے تھے، مضحکہ خیز ہے۔ یہودیوں اور یہودیت کی تاریخ سے اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے۔

قومیں جو واردِ ہندوستان ہوئیں اپنی نشانیاں کھنڈرات، ہندوؤں کی کتابوں میں ذکر اذکار، سکوں، زبان پر اثرات مقامی عادات و خصائل کی صورت میں چھوڑ گئیں۔ نشان ناپید ہیں تو یہودیوں کے اور یہودیت کے۔

اگر یہودی ہندو پھر بدھ ہو گئے تھے اور بعد ازاں مسلمان ..... تو کم از کم اسلام سے متعلق یہ درست ہے کہ مفتوحہ علاقہ میں اسلام نے کبھی اصولی، اسلامی عقائد و اعمال پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ البتہ مُلکی و مقامی تہذیب میں جو کچھ بنیادی عقائد سے متصادم نہیں تھا من وعن قبول کر لیا گیا۔ اسلام کا عمومی رویہ یہی تھا۔ مقامی آبادیوں کی تہذیب و تمدن میں ہندوؤں، بدھوں کی روایات، حکایات، طور طریقوں کی جھلکیاں دکھلائی جا سکتی ہیں، مگر یہودی حکایات، روایات، طور طریقوں کی جھلکیاں کہاں ہیں؟

میرزا احمد قادیان کا بوز آسف کو "جیسس" کی بگڑی شکل سمجھنا ایک طرح کی زبردستی ہے۔ دُوسرے ماہرین زبان و بیان کی بات اس سلسلہ میں زیادہ قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے کہ بوز آسف بُدھ استوا، کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ بودھ استوا — گوتم کے حصولِ عرفان کی داستان سب سے پہلے وسط ایشیا کے سوگھدی بدھ فرقے کی کتابوں میں ملتی ہے۔ بودھ استوا کو بوذسف لکھا گیا۔ اسی کی ایک شکل بوتاسف بھی تھی۔ بوز آسف کوئی گمنام ہستی نہیں۔ اس کا ذکر شیخ صدوق نے کیا۔ علامہ مجلسی نے اس قصہ کا ترجمہ فارسی کیا، اور اسے اللہ کے ایک نیک بندہ کا قصہ بتلایا۔ اس کا نام بوز آسف بلوہر رکھا۔ "بلوہر"، پردہمت کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔

روضۃ الصفا کے حوالے سے

حضرت عیسیٰؑ کے شوقِ سیر و سیاحت کا ذکر کیا گیا ہے تاکہ لفظ "مسیح" کو سیر و سیاحت سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ "مسیح" مَسَح سے ہے، سیر و سیاحت کرنے والا نہیں۔ روضۃ الصفا ہی میں بوزآسف بلوہر کا قصہ موجود ہے۔ اس کا ذکر ابن ندیم نے الفہرست میں کیا ہے۔

بغدادی خطیب نے زرتشت، مزدک و مانی کے ساتھ بوذآسف کا ذکر جھوٹے نبیوں میں کیا ہے۔

اسے اتفاق ہی کہہ سکتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی کذاب کی روایت موجود تھی۔ علامہ عبدالحئی حسنی نے نزہت الخواطر جلد اوّل میں بٹھنڈہ کے بابا رتن ہندی کذاب کے بعد سر ہاتک قنوجی کو دوسرا کذاب کہا ہے۔

بوزآسف بلوہر کے قصہ کا ترجمہ اُردو جناب مولانا محمد باقر نے کیا، جسے سید محمد عارف نقوی کے عالمانہ مقدمہ کے ساتھ سید محمد ثقلین کاظمی نے اسلام آباد سے شائع کیا۔ کتاب کے سرسری مطالعہ سے رسالہ "مسیح ہندوستان میں" کی عمارت دھڑام سے زمین بوس ہو جاتی ہے ــــــ بوزآسف، مسیحؑ نہیں، مسیح بوزآسف نہیں۔

یہ ایک خاص اپج تھی اور ایک خاص مقصد کے ماتحت تھی۔ انبیائے بنی اسرائیل کو ہندوستان سے متعلق دکھلا سکیں تو ایک اور "نبوت" پکّی کرنے کے لیے ایک بُنیاد ہاتھ آجاتی ہے۔

یہ خیال صرف خیال ہو سکتا ہے، مگر یہ ماہرینِ نفسیات سے انصاف طلبی کی ایک کوشش بھی ہے۔

مرہم عیسیٰ کا نسخہ قدیم و جدید کتابوں میں موجود اور معلوم ہے۔ مولانا غلام حسین کنتوروی کے تراجم اُردو کے بعد، جنہیں نول کشور پریس نے شائع کیا، اب یہ کتابیں ایسی نادر و نایاب نہیں جیسی انہیں میرزا قادیان نے سمجھ لیا ہے۔ یہ سب کتابیں اطبائے کرام کی دسترس میں ہیں۔

احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ معلوم کیا جائے آیا یہ وہی مرہم ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زخموں کو مندمل کرنے کیلئے استعمال کیا گیا تھا۔ اطبا ـــ مجوسی ہوں یا یہودی، عیسائی ہوں یا مسلمان دوائے خاص کو اپنے نام سے موسوم کرتے تھے۔ جس کی ایک مثال جوارش جالینوس

ہے۔ مارکس آرلیئس کو پیٹ درد کی پرانی شکایت تھی۔ جالینوس حکیم نے یہ نسخہ جوارش ترتیب دیا۔ اس کا نام جوارش مارکس یا جوارش ارلیئس نہیں، جوارش جالینوس رکھا۔ خمیرہ ابریشم کو حکیم ارشد والا کہا جاتا ہے۔ تحقیق کرنے میں حرج نہیں کہ آیا کوئی طبیب عیسیٰ نامی ہُوا ہے، جس نے یہ نسخہ مرہم ترتیب دیا اور اسی رعایت سے نام مرہم عیسیٰ رکھا، اور پھر تیر بہدف اثر کے پیشِ نظر "مرہم عیسیٰ" ہو گیا۔ حضرت عیسیٰ ابنِ مریم کا قریب العہد طبیب جالینوس تھا جو پرگےمس کے شہر کا رہنے والا تھا۔ مقالات بقراط قدیم تر کتاب ہے۔ یوحنا کی انجیل والا خود طبیب تھا۔ کیا یہ نسخہ یوحنا حواری، طبیب نے ترتیب دیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک سو تیس برس بعد حکیم جالینوس پیدا ہُوا۔ یہ ممکن نہیں کہ جالینوس جیسے محقق و متلاشی طب کو اس نسخہ مرہم کی اطلاع نہ ملی ہو۔

یہ فرض کرنے میں حرج نہیں، کہ یہ نسخہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ترتیب نہیں دیا۔ ثابت ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نبی کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جڑی بوٹیوں کا علم نہیں رکھتے تھے۔ آنحضرت نے خود مرہم کی تیاری کے بعد اسے اپنے نام نامی و اسمِ گرامی سے منسوب نہیں کیا۔ یہ بدیہی بات ہے۔

طبِ یونانی کا ایک پہلو میرزا قادیان نے پیشِ نظر نہیں رکھا۔ طب، شریفوں کا فن تھا اور یونان میں ہاتھوں سے کام کرنا شیوۂ شرافت کے خلاف تھا۔ یونانی فلسفی، مفکر، ریاضی و ہیئت دان، حکیم و طبیب تھے۔ چیر پھاڑ، مرہم پٹی اس فنِ شریف کا حصہ نہیں تھے۔ دعویٰ سے کہا جا سکتا ہے کہ بڑا سے بڑا حکیم معمولی سے معمولی آپریشن نہیں کر سکتا۔ یہ جراح کا کام ہے، جو پھوڑے پھنسی کی چیر پھاڑ اور مرہم پٹی کرتے ہیں۔ جراح نائی ہوتے ہیں، طبیب صرف نسخہ لکھ دیتے تھے، اس کے مطابق دوا عطار سے لی جاتی تھی۔ اب طبیبوں نے دواخانے بھی کھولے ہیں، مگر طبیب اپنے ہاتھ سے دوا نہیں بناتے۔ اگر مرہم کا کسی عیسیٰ نامی طبیب نے نسخہ ترتیب دیا ہو گا، تو کسی عطار نے اسے تیار کیا ہو گا، جسے حضرت عیسیٰ کے زخم مندمل کرنے کیلئے استعمال کیا گیا ہو

گا ــــــ یہ بھی ایک امکان ہے۔ یہ صرف ایک حکایت لطیف ہے، جیسی ترکستانی بوڑھے طبیب سے متعلق سُنائی جاتی ہے، جس نے ۴۰ روغنیات کی شیشیاں تیار کر لیں۔ ان سب کی یکے بعد دیگرے مالش سے اس کے تنِ مُردہ میں جان پڑ جاتی بد قسمتی سے جب بوڑھے طبیب نے آنکھیں کھولیں تو چالیسویں شیشی حیرانی میں مالشیے کے ہاتھ سے چھُوٹ کر ٹوُٹ گئی، اور موت کا راز، راز رہ گیا۔

۲

حضرت قاضی سلطان محمود کو غریب نواز کہتے ہیں۔ شجرہ عالیہ یوُں ہے:

حضرت غلام غوث بن حضرت غلام مصطفےٰ بن حضرت غلام محمد بن حافظ محمد محفوظ بن محمد جمیل بن حافظ محمد جمال۔

آباء و اجداد اپنے زمانہ میں صاحبِ درس و ارشاد رہے ہیں۔ ان کا مختصر ذکر حضرت قاضی سلطان محمود نے ذاتی قلمی یاد داشت عروۃ الوثقیٰ میں کیا ہے۔

حضرت قاضی سلطان محمود نے علوم ظاہری والد ماجد سے حاصل کیے۔ خط نستعلیق، نسخ میں مشق بہم فرمائی۔ بعد ازاں حاجی والا (گجرات) ملکہ، کھاریاں، چنن (گجرات) کھائی (جہلم)، تھوا محرم خالی چکی غور غشتی شمس آباد (پشاور) سے تقریباً ۲۶/۲۵ برس کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے۔

ایک اُستاد گرامی نے حضرت سلطان محمود کو قاضی کا خطاب دیا۔ سید و شریف سے آپ نے دستارِ فضیلت حاصل کی، اور پھر علومِ باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ حضرت اخوند مولانا عبدالغفور سیدو شریف سوات (پیر بابا) کے دربار، دُربار میں دس بار حاضری دی اور وہیں سے ارشاد ہُوا "مولوی حرفِ حق بگو ـــــ" ساتھ ہی حضرت قاضی سلطان محمود کو اپنا مزید حصّہ فیض حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی سے حاصل کرنے کی ہدایت کی گئی۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت قاضی سلطان محمود کی ذاتی قلمی یادداشتوں پر مشتمل قیمتی دستاویز ہے، جو ۸۵ صفحات پر محیط ہے۔

ص ۱

کتاب لمعات اور سلسلہ معروف سیالکوٹی کے حوالوں سے تبرک کے طور پر سلسلہ سہروردیہ نقل فرمایا ہے۔

سلسلہ قادریہ مرزائیہ جو جدِ حقیقی بزرگوار سے حضرت قاضی سلطان محمود تک پہنچتا ہے، نظم فارسی میں رقم کیا ہے۔

ص ۲ ــ ۴ (الف) آباد اجداد کے نام نامی و اسمائے گرامی معہ جائے مدفن لکھے ہیں۔ (ب) آباد اجداد سے متعلق مختصر حالات فراہم کیے گئے ہیں جو حضرت حافظ محمد جمیل سے شروع ہوتے ہیں۔

ص ۵ ــ حضرت پیر بابا سوات نے باطنی تربیت کے سلسلہ میں جو وظائف حضرت قاضی سلطان محمود کو تلقین فرمائے، ضبط تحریر میں لائے گئے ہیں، اور ساتھ ہی طریقہ ختم سورہ یوسف شریف رقم ہے۔

ص ۶ ــ ۸ حالات آباد اجداد کا سلسلہ بڑھایا ہے اور صفحہ ۸ پر ختم کیا ہے۔

ص ۱۵ ــ ۲۲ رسالہ دیگر حالات پر مشتمل شریفہ آباد اجداد حضرت قاضی سلطان ترتیب دیا ہے۔

ص ۲۳ ــ ۸۵ بیان وظائف، سلاسل شریفہ سے متعلق مفید معلومات، شجرہ نسب، شجرہ ارادت پیران سوات، سلسلہ قادریہ، ، درود و وظائف، منظومات عربی و فارسی کے علاوہ عروۃ الوثقی کا گلدستہ ترتیب دینے کے لیے نادر و نایاب یادداشتوں کے جواہر ضبطِ تحریر میں لائے گئے ہیں۔

ص ۹ ــ پر یادداشتوں کا عنوان ہے:

"اسمائے اہلِ قبور دراز یعنی مشہور بنہ گزہ بزبان اہل کشفے و دیدہ شدہ اندر مزارات۔"

ص ۹ بمطابق اصل

نمبر شمار	اسماء	جا مقام معروفیت	کیفیت
۱۔	شمداد وس	شیخ چوگانے	
۲۔	نقیب مرطوش	موٹہ ٹانڈہ	

۳۔	نقیب البوسر	ڈھوک سوداں
۴۔	س حمیالاں	پیر لنگر موضع مل
۵۔	س پیر غیب	آہی والا
۶۔	سلطان فینوس	نجاں نزد منادر
۷۔	س قلسانوس	جیناولی چھب
۸۔	س صلوادوشں	پیر کاسنی دلدا
۹۔	ہرشیا	پیر مونگا بٹالہ
۱۰۔	صمصام	پنج پیر موضع ہیرتھن
۱۱۔	بطشالوس	سید مکی موضع بھروال
۱۲۔	صفدادل	جلالپور سوبتیاں پرسڑک
۱۳۔	طرطوشں	کیرانوالہ خورد نزد لالہ موسیٰ
۱۴	شمشان	ڈلی رجاری نزد لالہ موسیٰ
۱۵۔	ملک خمدانوشں	سر سیت خان کندہاری بہلول پور
۱۶۔	ملک شربیا	نرسنگ پوری علاقہ بیلا حمیر پور کلاں
۱۷۔	ملک برہما	موضع بھوں تھوچک کلاں
۱۸۔	سلوالام	
۱۹۔	حادانام	سیالکوٹ میانہ پورہ مشہور کیرانوالہ
۲۰۔	لومال	میانہ پورہ مشہور گھسوڑیانوالہ
۲۱۔	سلوالام	ترکو جریرہ مالاشہاب

مزارات سبز پنڈ — سبز پنڈ لیبتہ الیست مبانی بڑا مابین

۲۲۔	سادل حام	پیر سبز پنڈ مزار پنجم	مغرب وجنوب قریب دو میل
۲۳۔	حمیالاں	میان ہر چھار	
۲۴۔	سلمان	زیر سبز پنڈ بمشرق	
۲۵۔	نعماطوس	مزار دوم مغربی	

نمبر شمار	اسماء	جا و مقام و معروفیت	کیفیت
۲۶۔	فلسانوش	بر سبز پنڈ مزار پنجم از مشرق	
۲۷۔	شمدادوس	ہموار از دو مزار مشرقی بمغرب اس شش مزارات سبز پنڈ	
۲۸۔	بلغان	شہداد شہید چھاؤنی سیالکوٹ	
۲۹۔	لقمان	بہیل شہید سیالکوٹ	
۳۰۔	ملک فاؤس	مشہور شاہ مقصود سیالکوٹ	
۳۱۔	ملک رخیم	امراد خورد	
۳۲۔	ملک بردا	امراد کلاں	
۳۳۔	ملک سخیم	برادر خرد ملک رخیم	
۳۴۔	ملک طالوت	ہ دال علاقہ پنڈ دلونخاں کلاں	
۳۵۔	جندائیل	دسم نزد بھگوال	
۳۶۔	سلمان	ملہو کھوکھر	
۳۷۔	ساول حام	ناگریانوالہ دردہ	
۳۸۔	بخشاں	جانی چک	
۳۹۔	وقنانوس	کُنجاہ	
۴۰	ناموس	تگیال پیر کرم اللہ نزد منادر	
۴۱۔	صمدادوس	چھاؤنی پشاور	
۴۲۔	صفداؤل	پیر سبز علاقہ سیالکوٹ نزد کوٹلی لوہاراں	
۴۳۔	پیر شہاب	نزد راٹھیاں در یہی مشہور کڑیانوالہ	
۴۴۔	احلائیم	ناگریانوالہ	
۴۵۔	تقیانوس	گلیانہ	
۴۶۔	نوبابا	کھوڑی	
۴۷۔	ام جرجینس	پڑاہٹیاں والا نزد اٹک	

نمبر شمار	اسماء	جاء و مقام و معروفیت	کیفیت
۴۸۔	فیتوش	پیر نزد مرداں علاقہ پشاور	

ص ۱۴۰/۱۳ ۔ نقل بمطابق اصل "عروۃ الوثقی"

حمیالاں کہ پیر لنگر موضع مل' اولاد
ہارون علیہ الصلوٰۃ والسلام، بطشانوش
در سید مکی موضع بھرواں نزد آواں صلصام
در پنج پیر موضع ہیر تہن اولاد ہند بن حام
بن نوح ہرشیا در پیر مونگا، موضع بٹالہ
(اولاد) موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سلوارش
در پیر کانجی اولاد داؤد علیہ السلام صفد اوّل
در موضع جلالپور سوبتیاں اولاد روئیل
علیہ السلام، نوحاطوش در از قلعہ تہاب
وآلہ بشمال نزد بٹالہ جندائیل موضع دہم
متصل بھگواں وگلیانہ اولاد یوسف علیہ السلام
فلسانوش در جنیاولی اولاد یوسف علیہ السلام
موضع چھب، شمدادس در پیر اصحاب
موضع شیخ چوگانی اولاد ہود علیہ السلام،
ملک طالوت مزار راول شریف، ملک رحیم
ولد ملک طالوت در پیر شہاب امرا خورد،
فرطوش اولاد موسیٰ علیہ السلام در میانی
بمشرق شمال ۱۰ میل، طینوش برادر خورد
فرطوش ساول حام بر سبز پنڈ بمغرب
از تمام مزار پنجم، شمساں ڈلہ رجادی اولاد

آوانی ابن داؤد علیہ السلام، شولخاد سمروڑ
مشرق مغرب ابن داؤد علیہ السلام حمیالاں
سبز پنڈ میاں ہر چہار فرطوش متصل از
گورہ ہذا اولاد امنون بن داؤد علیہ السلام،
صمداروس در چھاؤنی پشاور اولاد داؤد
علیہ السلام، لومال میانی پورے اولاد داؤد
علیہ السلام مشہور کٹور ریانوالہ نزد سیالکوٹ،
ملک سخیم برادر فرد جناب رحیم مذکور ملک
ممدانوش اولاد سلیمان علیہ السلام مشہور
ہست کندہاری بہلول پور، عزیز مشہور لنگر
نزد نوشہرہ اولاد موسیٰ کلیم اللہ شمسا نام
بنڈلی ٹبی پناہ نسل سلیمان علیہ السلام،
طرطوش اولاد جناب موسیٰ کلیم اللہ کیرانوالہ
سلوالام اولاد یوسف علیہ السلام مشہور
پیر بالا شہاب قاہر طینوش بمیانی،
بمغرب وجنوب، یحیائیل اولاد کلیم اللہ علیہ
السلام زوال بمشرق حاوا نام مشہور پیر
سہریانوالہ نزد سیالکوٹ، سلمان قریب
زیر سبز پنڈ بمشرق، انعماطوس سبز پنڈ
مزار دوم از مغربی طرہوس برادر شولیخار،

ملک رَوا اولاد سلیمان علیہ السلام برادر
خورد حقیقی حضرت بہلول پور والا ___
موضع امراد کلاں، قیلقدس اولاد موسٰے
کلیم اللہ تبہ الہ سید انوالہ نزد دارا پور،
ملک فانوس نسل سلیمان علیہ السلام مشہور
شاہ مقصود سیالکوٹ، فلسانوس بر سبز
پنڈ مزار پنجم بمشرق بلغان سیالکوٹ
اولاد ہارون علیہ السلام، مشہور شہدا شہید،
بلغار اولاد سلیمان علیہ السلام باگڑیانوالہ،
صفدادُل اولاد یونس علیہ السلام مشہور
پیر سبز، جرلاطوس برادر خورد صفدادُل،
شمدالوس دولتانگر، حسلان اولاد کلیم اللہ
مشہور پکی والا پچیلیانوالی، بخشاں اولاد
کلیم اللہ جانی چک، لقمان اولاد ہارون
علیہ السلام مشہور بہل شہید، سلماں اولاد
کلیم اللہ ملہو کھوکھر، سادل عام ناگریانوالہ
درہ، یعنی آواں شریف، فینوش اولاد
یوسف علیہ السلام مشہور پیر شہو پیر بیائی
نزد ہتی مردان   ٹراڈ ہٹیانوالہ
نزد اٹک

ص ۱۳ ← ھر بیا حلقہ نجواتھ اولاد
نوح علیہ السلام، موسٰی اولاد نوح علیہ
السلام بہندوال، شمدا ردس سبز پنڈ

ھموار از دو مزار مشرقی بمغرب است شربیا
مرسل نوحی برادر کلاں قلعہ والا نرسنگھ پوری،
ملک بر ہما مرسل دوبگی گور بدہن ناموس،
در بیر کرم اللہ ننگیالین نزد منادر ملک رما
دلیپ قتلاں پنسال، فینوش نجانین حمدانوش
جنڈ نزد گلیانہ، طینوش رنگپوری قاضی
تقناطیس سیالکوٹ محلہ گوجراں نقیب مرطوش
موٹہ ٹانڈہ سلماں اولاد اُمنوں بن داؤد
علیہ السلام در   چک نقیب ایوش
ڈھوک سودان، قتلاں بٹالین نزد جہلم الماھیم
ناگریانوالہ، قیانوس کنجاہ، نو بابا کھوڑکے،
قاضی مرطوش لوہاریں، طانوش رنگپوری،
ملک سلماں رنگپوری، فرطوس چھند ولعمداں
چھاؤنی، نفتانوش گلیانہ، ہمسانوس ڈوگہ،
قاضی ام جرجبیس چھنڈ نوالی نقیب قتلاں
ملک جھیجہ فینوش فلطانوش

ہارون، جرجبیس، سالاں۔ فینوش۔ الیاس۔
موسٰی۔ شمیاں انوش ام سلوان تقبانوش
قاضی حسلان الفاس ساںیاں فرطوش
طنبوس سلماں فلسانوش فرطوش شمدا
ردس حمیالاں لقماطوش ختم شد
رقم سلطان محمود ۱۲

۳

مناقب محمودی کی ترتیب و تہذیب ۳ جلدوں میں نواب معشوق یار جنگ بہادر نے فرمائی، بعد ازاں مقامات محمود کے ا جلد میں خلاصہ تیار کیا۔

نواب صاحب کا تعلق بدایوں سے تھا جہاں ان کے والد صاحب خان بہادر، افسر مال، بارک زئی قبیلہ سے تھے۔ انہوں نے الہ آباد میں سکونت اختیار فرمائی، بعد ازاں ریاست بھوپال میں وزیر عدالت کے عہدہ پر فائز کیے گئے۔ حضرت علیا نواب سلطان جہاں بیگم عازم حج و زیارت ہوئیں ــــ خان صاحب میر قافلہ تھے۔

نواب معشوق یار جنگ بہادر نے علی گڑھ سے بی۔اے کیا۔ استاد عربی فارسی میں اچھی استعداد رکھتے تھے۔ مولانا حالی و شبلی سے نواب صاحب بہت متاثر تھے۔ مولوی عبد الحق بابائے اردو ان کے احباب میں تھے۔

نواب معشوق یار جنگ بہادر نے حیدر آباد دکن میں اہم خدمات پر عمر گزاری پنشن لی سقوط حیدر آباد کے بعد کراچی آ گئے۔

نواب معشوق یار جنگ بہادر کو اہل اللہ سے خاص انس تھا۔ حضرت بابا سوات کے خلیفہ نے دکن میں انتقال فرمایا۔ اُنکے خلیفہ حضرت عبد الوحید شاہ بخاری تھے۔ انہیں کی صحبت میں اہل اللہ کی محبت نواب صاحب کے دل میں بیدار ہوئی۔ نواب فخر یار جنگ بہادر وزیر مال حیدر آباد حضرت قاضی سلطان محمود آواں شریف کے ارادت مندوں میں تھے۔ ان سے نواب معشوق یار جنگ بہادر نے پیر دستگیر کی باتیں سنیں پھر شوق ملاقات کشاں کشاں دکن سے گجرات ہزار ڈیڑھ ہزار میل لے آیا۔ نواب صاحب بیعت توبہ سے مشرف ہوئے اور چند تبرکات حاصل کیے۔

مؤلف مقامات محمود ص ۱۶۱-۱۶۳ پر لکھتے ہیں:

"اس دورہ کے کچھ مدت بعد آپ نے شیخ چوگانی، شیخ سلطان صاحب، ملہو کھوکھر اور صاحب موٹا کے مزارات کی زیارت کی، اس کے بعد نجان چھمب دیوہ (وڈالہ) بیلہ اور گوجرہ کے علاقہ میں بہت سی نوگزی قبروں کی زیارت کی جیسا کہ طاہر اور کیرانوالہ میں ہیں، ان سب میں صاحب موٹا کی زیارت سے آپ کو بہت

حسرت ہوئی، یہاں اکثر آتے جاتے رہے یہاں آنے سے یہ ہوا کہ خوراک و لباس پر جو پرہیز پابندیاں تھیں سب اُٹھا لی گئیں اور بقدرِ ضرورت استعمال کی اجازت مل گئی۔ یہ آواز کانوں میں آئی:
"قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ و الطیبات من الرزق (اعراف رکوع ۴)
(کہو کس نے پاکیزہ کھانوں اور زینون کو حرام کیا جو اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں)
"پیر لنگر کے مزار پر جو موضع کل میں ہے اب آپ نے جانا شروع کیا یہاں کچھ علم پڑھانے کی اور چند طالب علموں کو بھی ساتھ رکھنے کی اجازت مل گئی مگر اس شرط پر کہ حاضری میں نقص واقع نہ ہو چنانچہ مزار کے پاس حاضر ہو کر چادر نیچے بچھاتے اور خاموش زمین پر ایک کروٹ لیٹ جاتے کسی سے کلام نہ کرتے اور عصر کی نماز پڑھ کر مزار مبارک کے متصل تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ آپ نے عرض کیا، کہ کوئی کارِ خدمت سپرد فرمایا جائے چالیس روز کے بعد آواز آئی کہ اس مزار کی اور دوسری نوگزی قبروں کی مرمت کرو وہ یہ کام آپ نے فوراً شروع کیا۔

مقاماتِ محمود کے حواشی جناب مولوی برکت علی شہید کا اضافہ ہیں۔ حاشیہ ص ۱۶۱ ـ ۱۶۳ پر فرماتے ہیں:
نوگزی لمبی قبروں والے بزرگ بہت قدیم زمانہ کے ہیں۔ ان میں سے اکثر انبیائے بنی اسرائیل کی اولاد میں سے ہیں۔ خط کشیدہ الفاظ دیہات کے نام ہیں جہاں ایسی قبریں موجود ہیں۔ موہٹا متصل ٹانڈہ، ضلع گجرات میں ایسی ہی ایک قبر ہے۔ صاحبِ قبر کا نام نقیب طوشس بیان کیا گیا ہے۔ نجان متصل منادر میں نوگزہ مزار ہے، صاحبِ مزار کا نام سلطان فینوش ہے، یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ موضع چھب میں فلسانوش کا مزار ہے وہ بھی حضرت یوسفؑ کی اولاد سے ہیں۔ دلوہ میں سلطان صلوادوش کا مزار ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ وٹالہ میں نوگزہ مزار ہے، صاحبِ قبر کا نام ہرشیا ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ مزار کا نام لنگر پیر ہے اور صاحبِ مزار کا نام حمیالان ہے۔ کہتے ہیں کہ آپ

حضرت ہارونؑ کی اولاد سے تھے۔

حضرت قاضی صاحب نے آپ سے بہت زیادہ روحانی فیض حاصل کیا۔ آپ کا مزار موضع مل میں ہے۔ آوان شریف سے تقریباً ایک میل (مغرب) کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۴

جناب نور محمد قادری کا تعلق سادات بوکن (گجرات) سے ہے۔ خاندانِ عالیہ کو سیادت و شرافت کے ساتھ خدائے تعالیٰ نے علم و فضل سے نوازا ہے۔ صاحبانِ قال کی صحبت کے ساتھ صاحبانِ حال کی صحبت نے جناب نور محمد قادری کو اپنا خاص مقام دیا ہے۔

جناب نور محمد قادری کو آستانہ عالیہ آوان شریف سے بڑی عقیدت ہے حضرت قاضی سلطان محمود کے حالاتِ زندگی پر اُنکی کتاب "قطب العارفین" اس کا ایک مظہر ہے۔ اس کے علاوہ جناب نور محمد قادری نے حضرت قاضی سلطان محمود کے مختصر حالاتِ زندگی پر ایک رسالہ چند در چند نادر و نایاب خطوط کے ساتھ شائع کیا ہے۔

جناب نور محمد قادری کو اقبالیات سے گہرا شغف ہے۔ اس سلسلہ میں اُن کی تحقیقات عالیہ مقالات کی صُورت میں اورینٹل کالج میگزین یونیورسٹی ریسرچ جرنل کے علاوہ دیگر مُلکی رسائل میں شائع ہوتی رہتی ہیں، جو بلاشبہ خاصہ کی چیزیں ہیں۔ تحقیقات و تحقیقات کے تقاضوں کا جناب نور محمد قادری کو گہرا شعور ہے۔ اس لیے اُنکے علمی مقالات نئے نئے گوشے سامنے لاتے ہیں جن سے تعصّبات کی اصلاح ہوتی ہے اور تحقیق و تفتیش کی نئی راہیں کھلتی آتی ہیں۔

جناب نور محمد قادری علم و ادب کے سلسلہ میں بخل کے قائل نہیں، جہاں کسی مقالہ علمیہ میں غلط اطلاع یا اخذ نتائج میں غلطی دیکھتے ہیں، بہ نفسِ نفیس نئے سرے سے تحقیق و تفتیش کی دعوت کے ساتھ امداد و تعاون کیلئے تیار ہو جاتے ہیں۔

قطب العارفین، حضرت سید نور محمد قادری کا تذکرہ حضرت قاضی سُلطان محمود دربار آوان شریف، جناب حکیم عبدالرشید سلطانی شیر شاہ روڈ، نے کرامت پرنٹنگ پریس سے ۱۹۸۵ء میں شائع کیا۔

جناب نور محمد قادری نے تذکرہ کے سلسلہ میں پرانی روش اپنائی ہے، اور روایات کی نقل پر اکتفا کیا ہے۔ ان کے مآخذوں میں مناقب محمودی کے علاوہ دربار آوان شریف سے وابستہ نادابستہ حضرات کی یادداشتوں، زبانی بیانی حرف وحکایات اور بعض قلمی تذکرے شامل ہیں۔

جناب نور محمد قادری نے مزارات اولیائے کرام سے حصول فیوض و برکات کا باب رقم کیا ہے۔ اس باب میں حضرت سید کبیر الدین شاہدولہ دریائی کے مزار اقدس پر حضرت سلطان محمود کی حاضری کے علاوہ پاک وہند کے تمام بزرگوں کے مزاراتِ عالیہ کی زیارت کا ذکر ہے جناب نور محمد قادری رقم طراز ہیں۔

"لاہور، ملتان، اجمیر شریف، کلیر شریف، سرہند شریف، سیالکوٹ، تور ڈھیر شریف، دہلی، پانی پت غرضیکہ ہر جگہ پہنچے اور فیض پائے۔ (ص ۱۳۸ قطب العارفین)

حضرت شاہدولہ کے علاوہ آپ کو حضرت غوث بہاؤالحق ملتانی، حضرت طالوح جنکا مزار شیخ چوگانی شریف میں واقع ہے اور حضرت طالوح کے بھائی جن کا مزار ملہو کھوکھر گجرات سے متصل ایک ٹیلہ پر واقع ہے اور حضرت عبداللہ غازی المعروف (ڈمڑی والے) دربار کھڑی شریف (آزاد کشمیر) سے خصوصی نوازشات و برکات حاصل ہوئیں۔

صاحب قطب العارفین ص ۱۳۹ پر رقمطراز ہیں:

"حضرت طالوح علیہ السلام کے مزار مبارک کے متعلق سید کبیر علی شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں "موضع شیخ چوگانی کے قریب دریائے چناب کے کنارے ایک بلند ٹیلے پر حضرت طالوح علیہ السلام کا مزار پُرانوار ہے۔ حضرت قاضی صاحب مرحوم کو بذریعہ کشف معلوم ہُوا، کہ حضور یعنی حضرت طالوح علیہ السلام پیغمبر تھے اور بنی نوع آدم کی تخلیق کے شروع شروع کے زمانہ ہی میں اس طرف مبعوث فرمائے گئے تھے۔ حضرت قاضی صاحب کے زمانہ میں ان کی قبر کچی تھی، قاضی صاحب مرحوم اکثر اس مزار پر حاضر ہوتے رہتے تھے اور فیض باطنی حاصل کرتے تھے۔ حضرت قاضی صاحب کے ایما پر حضرت سائیں گوہر الدین اس مزار پر اکثر حاضر ہُوا کرتے تھے۔

۵

جناب مفتی ریاض احمد، ایم۔ اے، ایل۔ ایل۔ بی اور پڑھے لکھے آدمی بھی ہیں۔ وکیل ہو کر پریکٹس نہیں کی۔ صرف ایل۔ ایل۔ بی کا فائدہ یوں اُٹھایا ہے، کہ کوئی علمی اَدبی بات ہو، بلا دلیل و سند نہیں کہتے اور مشکل یہ ہے کہ بات بلا دلیل و سند نہیں سُنتے۔

تعلیم ایک کاظمی کے زیرِ سایہ ہوئی، دُوسرے زیدی تھے اور تیسرے چوہدری، کسی اور سے شاید متاثر نہیں ہوئے، نہ اس کی ضرورت سمجھی ہے۔ سونے پر سہاگہ یہ ہُوا گولڑہ شریف کے مہرِ منیر حضرت سید پیر مہر علی شاہ سے دِلی ارادت رکھتے ہیں اور حضرت سید پیر مہر علی شاہ کے سوانح حیات، کتاب "مہرِ منیر" کی پہلی اور دُوسری فصل° سے ایمان تازہ کیا ہے۔

مُفتی ریاض زمیندار ڈگری کالج میں تھے، ننھے مُنّے ستاروں کا ایک جھرمٹ جناب ڈاکٹر مسرور کے اردگرد جمع رہتا تھا، اس جھرمٹ میں مفتی ریاض کے علاوہ جمشید مسرور، پہلوان جمشید شمس ایل ایل بی، ساحر اور ریاض الماسی شامل تھے جو اب اچھے قدوقامت کے شاعر ہیں۔

مُفتی ریاض کو پیر سید فضل حسین فضل سے بھی ارادت ہو گئی۔ دوہری محبتیں نفع بخش نہیں ہوتیں، حال یہ ہوا محبت پنجابی سے مگر آدمی نستعلیق اور اردو زبان نستعلیق، ایم۔ اے فارسی گولڈ میڈل کے ساتھ کیا، بات پنجابی شاعری میں بنی نہ اُردو میں۔ پھر برسوں کے خاموش مطالعہ و مقالہ نویسی کے بعد اَدب میں تنقید و تحقیق کا میدان اپنایا جس کا نتیجہ گجرات بار کی تاریخ کے علاوہ ان کے درجنوں علمی و اَدبی مقالات ہیں۔

مُفتی ریاض کی اَدب پرستی کے پیشِ نظر انہیں "شاہین" زمیندار ڈگری کالج میگزین کا ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ انہیں شاعری فرمانے سے منع نہیں کیا گیا نہ اس کی ضرورت تھی، صرف سمجھایا یہ گیا کہ گجرات کے شعراء کا ایک تذکرہ پُرانے انداز میں شاہین کیلئے قسط وار مرتب کریں، دُوسرے گجرات کی خاک پاک میں نیک لوگ پاک محوِ خواب ہیں، انہیں "شاہین" کے قارئین سے متعارف کرائیں اسی سلسلہ کی ایک کڑی حضرت قاضی سُلطان محمود پر زیرِ نظر مقالہ "شاہین" میں شائع ہُوا۔

جناب مفتی ریاض نے حضرت قاضی
سلطان محمود کے علمی پس منظر سے اپنے
مقالہ کی ابتدا کی۔ قاضی صاحب نے فرمایا:
"مجھ نادان کو علم ظاہر سے یہ
جو چند حروف آتے ہیں،
حضرت والد ماجد کی کمال سعی و
محنت سے میسّر آئے ــــ"
اس دور میں تلاش اور حصولِ
علم دو جدا فرض تھے۔ سکول کالج نہیں
تھے کہ بآسانی مختلف اساتذہ سے ایک جگہ
پر پڑھ پڑھا کر فارغ التحصیل ہو جائیں۔
صرف و نحو کا استاد گجرات میں ملتا، تو منطق
کیلئے جہلم یا کہیں اور دور دراز گاؤں یا
قصبہ میں جانا ہوتا تھا۔ قاضی صاحب کی
تعلیم اسی نہج پر ہوئی۔ آپ نے اخلاص پور
میں ہدایہ پڑھا، موضع پروال میں ملا افغانی
سے علم ہندسہ و ہیئت ملک چھچھ اور نور عشتی
میں قیام فرمایا۔ دوبارہ پروال آکر میر زاہد
اور قطبی کے درس میں شامل ہوئے ــ
حضرت قاضی سلطان محمود نے حاجی والا،
ملکا، جلن، کھائی کوٹلی جہلم، چکوال، نیوہا
محرم خاں، اخلاص پور، قلعہ دار ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
سے علمی خزانے جمع فرمائے۔
کافر ڈھیری میں استاد نے ارشاد فرمایا
"بیان فضائل علمی و عملی ایشاں خارج از
امکان"
دوسرے استاد محترم نے حضرت سلطان
محمود کو "قاضی" کا لقب دیا۔
حضرت قاضی سلطان محمود نے
درسِ نظامی کے عربی و فارسی حصوں کو
کئی بار مختلف اساتذہ سے سبقاً سبقاً پڑھا
درسی کتابوں کے متن حفظ کیے پھر کتابوں
کی "منزل" برابر کرتے رہتے تھے، تاکہ ذہن
سے اُتر نہ جائیں۔ ہر درویش کو جدا جدا سبق
دیتے تھے۔ تلفظ و اغلاط درست کرنے
کے بعد سبق کے معنی پھر مطالب بیان کرتے
پھر اجازت ہوتی کہ جہاں کوئی گرہ پڑے
بتلایا جائے تاکہ گرہ کشائی کی جائے۔ اس
کے بعد دوسرے درویش کی باری آتی تھی۔
درس میں صرف انہیں کتابوں کی
شرط نہیں تھی جن کا تعلق درس نظامی سے
ہے۔ حضرت قاضی سلطان محمود کسی علمی و
ادبی کتاب میں بند نہیں تھے۔ حضرت شیخ
عبداللہ نے فرمایا:
"قاضی مرحوم نے طریقت کا رُخ نہ

رکیا ہوتا، تو ہمیں کوئی نہ جانتا نہ پہچانتا۔"

سیدو شریف کے اخوند صاحب پیر بابا سوات نے ان کی راہنمائی کی۔ دسویں سفر کے بعد کہا کہ اب آپ کا حصّہ حضرت شاہ دولہ دریائی کے پاس ہے۔

صاحب مقامات محمود نے فرمایا:

"مُرشد کا یہ فرمان ان کے لیے کشف القبور کی کُنجی تھا۔"

حضرت قاضی محبوب عالم سجادہ نشین نے فرمایا:

"ہم زندہ آدمی ان کیلئے مُردوں سے بدتر تھے۔ البتہ مُردے ان کیلئے زندہ تھے۔"

کشف القبور کے ذریعہ سے آپ نے دور دور گجرات کے علاقہ میں لوگوں کی قبریں دریافت کیں۔ یہ انبیائے بنی اسرائیل کی قبریں بتلائی جاتی ہیں۔

موٹا متصل ٹانڈہ گجرات میں ایک ایسی قبر ہے، صاحبِ قبر کا نام نقیب طوش ہے۔ مناور کے قریب سلطان فلیوش کا مزار ہے۔ یہ دونوں حضرت یوسفؑ کی اولاد سے ہیں۔ چھمب میں فلسانوس کا مزار ہے۔ دیوا میں سلطان سلواوش حضرت داؤد کے فرزند کی قبر ہے۔ ڈنالہ میں صاحبِ قبر ہرشیا ہیں، جو اولاد حضرت موسیٰ عمران سے تھے۔ پیر لشکر میں حمیالاں صاحب ہیں۔ آپ حضرت ہارونؑ کی اولاد سے ہیں۔

جناب مفتی ریاض احمد نے حضرت قاضی سلطان محمود کا علمی پس منظر خُوب اُبھارا ہے۔ مسجدوں، مکتبوں اور رباطوں کا جہاں جہاں سے حضرت قاضی سلطان محمود نے علمی جواہرات جمع کیے ذِکر اذکار بھی خُوب ہے، یُوں کشف القبور کے پس منظر میں دیکھیں تو حضرت قاضی سُلطان محمود کوئی معمولی علمی شخصیت نہیں، کہ کِسی "بہکاوے" کی بات کریں گے۔ پیر بابا سوات شریف نے حضرت قاضی سُلطان محمود کی مزید حصولِ فیض کیلئے حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی کیطرف ہدایت و راہنمائی فرمائی۔ حصولِ فیض ممکن تھا، کہ حضرت شاہ دولہ دریائی ان کی ہدایت و رہنمائی اسی طرح کریں جس طرح ایک زندہ اُستاد، زندہ شاگرد کی ہدایت و راہنمائی کرتا ہے۔ یہی صاحب مقامات کا مطلب تھا کہ اس حکم کے مطابق انہیں کشف القبور کی چابی مل گئی۔ یُوں صاحبِ قبر سے حصولِ فیض

ممکن تھا، تو حضرت قاضی سلطان محمود طریقت، معرفت و حقیقت کے سبق پڑھ سکتے تھے۔

کشف القبور کے ذریعہ ہی سے حضرت قاضی سلطان محمود نے تذکروں کے احوال و مقامات معلوم کیے۔ عروۃ الوثقی کی قلمی و ذاتی یادداشتوں کے ص ۹ پر عنوان قائم کیا۔

"تمام صاحبانِ قبور دراز کے جو تذکرہ مشہور ہیں، جنہیں کشف والوں کی زبان میں مزارات کے اندر دیکھنا کہیں گے.......“

۵۔ الف

جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ ایک خوبی یہ تھی کہ جہاں انہیں معلوم ہو جاتا کہ فلاں صاحب کو گجرات کے موضوع میں دلچسپی ہے، بہ نفس نفیس تشریف لاتے تھے اور جب تک اسے ذہن نشین نہ کرا لیتے کہ گجرات کا موضوع اس جیسے ہیچدان کے بس کا روگ نہیں، اسے معاف نہیں فرماتے تھے۔

جناب شیخ کرامت اللہ ڈی سی آفس گجرات میں ملازم تھے۔ گجرات کا سرکاری ریکارڈ اُن کے پیشِ نظر تھا۔ جس بستی، گاؤں یا قصبہ سے متعلق معلومات فراہم کرنا چاہتے تھے، انہیں بآسانی دستیاب تھیں۔

کاغذات مال سے معلومات کے علاوہ جناب شیخ کرامت اللہ مزید اطمینان فرماتے تھے اور یہی ـــــ ان کی تحقیقات علمیہ کا قرینہ تھا۔ جناب شیخ کرامت بستی، گاؤں یا قصبہ چلے آتے تھے اور وہاں مزارع، مسلّی، کمّی ہر ایک سے معلومات اکٹھا کرتے تھے جسے وہ ساتھ ہی ساتھ سادہ کاغذ پر لکھتے جاتے تھے اور اسی پر دستخط یا نشان انگوٹھاجات ثبت کرا لیتے تھے تاکہ سند رہے۔

جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم کے کاغذات میں یہ ٹھوس ثبوت دیکھے جا سکتے تھے۔ جناب شیخ نسیم اللہ نے دُکھ کے ساتھ کہا کہ اب ان کے کاغذات اور کتابیں لاہور چلی گئی ہیں۔

جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم کی خاصی وسیع لائبریری تھی، جس میں خاصہ کی چیز فرامین تھے جو اُن کے خاندان قانون گو وڈیرا سے متعلق تھے۔ ذاتی

لائبریری کی مزید وسعت کے سلسلہ میں ملازمت سے سبکدوشی کے بعد شیخ کرامت اللہ نے فرداً فرداً احباب سے فرمائش کی، کہ پانچ / پانچ کتابیں انہیں لائبریری کے لیے عنایت فرمائیں۔

جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم کے علمی و تحقیقی ذوق کے باوصف ستم ظریفوں کا بھلا ہو، جو چپکے چپکے ہنستے تھے اور سینہ گزٹ کے ذریعے بات دور دور پھیلاتے تھے کہ شیخ کرامت اللہ مرحوم جاہلِ بے بدل ہیں۔ اس کا توڑ جناب شیخ کرامت اللہ نے یہ کیا کہ تحقیقی کاروبار میں جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری کو شامل کر لیا۔

جناب شیخ کرامت اللہ اسوقت تک دو مبسوط دفتروں کی شکل میں کتاب آئینہ گجرات اپنے دستِ حق پرست سے تحریر فرما چکے ہیں۔

آئینہ گجرات جو چھپ چھپا کر گجراتیوں کے ہاتھوں میں پہنچی ہے، اصل مسودہ کا ایک عشرِ عشیر بھی نہیں۔ اس بھاری بھر کم کتاب کے اجزا کو خدا جانے کب تک طباعت و اشاعت کے انتظار میں زحمت سے گزرنا ہوگا۔

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری نے چند سطری عبارت لوحِ کتاب پر لکھی، اور دستخط فرما دیئے۔ عبارت سے واضح ہوتا تھا کہ جناب احمد حسین قریشی قلعداری تحقیقات عالیہ کے سلسلہ میں برابر کے شریک ہیں۔

افسوس ہے کہ لوحِ کتاب کی نقل مطابق اصل پیش نظر نہیں، جو ہدیہ ناظرین کی جا سکتی تھی۔ جناب شیخ اعجاز احمد لیکچرار اردو سائنس کالج گجرات اہتمام سے کتاب آئینہ گجرات کے مسوّدہ کے اوراق اُلٹتے پلٹتے رہے ہیں، وہی اس بیان کے سلسلہ میں شاہد صادق ہیں۔

اب کسی دشمن عافیت نے جناب شیخ کرامت اللہ کو سمجھایا کہ انکی تحقیقات عالیہ کو جناب احمد حسین قریشی قلعداری بلا شرکت غیرے اپنانے کی راہ پر چلے جاتے ہیں۔ اس پر شیخ کرامت اللہ نے گلی گلی، کوچہ کوچہ پیغام زبانی پہنچانے کی قسم کھائی۔ اُن کی گوہر فشانیوں کی صدائے بازگشت کئی ایک نائیوں، قصابوں، دھوبیوں کی دکانوں کے در و دیوار سے سنی جا سکتی ہیں۔

اس کا سیدھا سادا شافی علاج یہ تھا کہ ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری بیان حلفی کسی اخبار، رسالہ میں شائع کرا دیتے کہ انہیں جناب شیخ کرامت اللہ کی کتاب "آئینہ گجرات" کے مسودات سے کوئی واسطہ تعلق نہیں۔ کتاب آئینہ گجرات صرف جناب شیخ کرامت اللہ کی سعیٔ مشکور کا نتیجہ ہے۔

جناب شیخ کرامت اللہ کی کتاب مستطاب اس لوح ورق کے ساتھ شائع ہوئی:

"آئینہ گجرات ج اوّل، مصنفہ شیخ کرامت اللہ ولد شیخ عزیز اللہ قوم قانون گو وڈیرا ساکن گجرات پنجاب پاکستان، جولائی ۱۹۷۷ء، پبلشرز زمیندار ایجوکیشنل ایسوسی ایشن، کوٹھی نواب صاحب گجرات۔ مطبع پنجاب الیکٹرک پریس گجرات۔"

عہد دیواں اور خطۂ گجرات کے عنوان سے شیخ کرامت اللہ رقمطراز ہیں:

"عہد دیواں سے متعلق بہت کچھ لکھا گیا ہے لیکن یہ اعزاز صرف گجرات کو نصیب ہُوا کہ یہاں ان نظریات کو تقویت دینے کیلئے مختلف مقامات پر انسانی ہڈیوں سے مشابہ طویل الجسامت ہڈیاں دستیاب ہوئی ہیں، جن کے بارے میں عام خیال ہے کہ ضرور بالضرور دیواؤں کی ہیں۔"

(ص ۵۰)

آج سے تقریباً سوا سو سال قبل مرزا اعظم بیگ رپورٹ بندوبست میں موضع کریالی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"گز گز لمبی اینٹیں حدود آبادی اس سے برآمد ہوتی ہیں اور لوگ وہاں سے لاکر کتبہ و تاریخ کے کام لاتے ہیں اور بڑی بڑی ہڈیاں سروں، ہاتھوں، رانوں، پنڈلیوں اور پاؤں کے مشابہ اعضائے انسانی وہاں سے نکلے ہیں۔ اکثر لوگوں کا زعم ہے کہ وہ دیوتاؤں کے ہیں، بعض کہتے ہیں جانور مشابہ انسان ہیں بہر تقدیر نمونہ قدرت الٰہی ہیں۔"

(آئینہ گجرات بحوالہ تاریخ گجرات مرتبہ مرزا اعظم بیگ (۱۹۶۷۔ ۶۸)

اس سلسلہ میں جناب شیخ کرامت اللہ رقمطراز ہیں: "مصری اور روسی سائنسدانوں کی تحقیق سے بھی یہ امر واضح ہوتا ہے، کہ یہ کسی زمانہ میں مافوق الفطرت انسان

روئے زمین پر آباد تھے۔" (حاشیہ ص ۵۰)

"آج بھی سرزمینِ گجرات میں جنوں اور دیوؤں کے افسانے زبان زدِ عام ہیں۔ ایلیٹ نے اس بارے میں ایک کہانی کی طرف توجہ دلائی ہے ـــ "جب پیر جعفر شاہ اس سرزمین میں رہنے کے ارادے سے آئے تو راکشسوں نے انہیں خوب تنگ کیا۔ مقابلے میں سیّد جعفر شاہ نے ان سب کو قتل کر دیا۔ سیّد جعفر شاہ کی قبر بنّی میں بلیسا کے نزدیک ہے۔"

(بحوالہ کرانیکلز آف گجرات، ص ۴)

مولوی عبدالمالک نے بھی اپنی کتاب میں اس کی تائید کی ہے ـــ "بنّی کے برباد شدہ کھنڈروں کے متصل پہاڑیوں سے بڑے بڑے قد و قامت کی ہڈیاں برآمد ہوئی ہیں، جنکی نسبت قیاسات تھے۔ بعض مبصرین ان کو حیوانوں کی ہڈیاں کہتے تھے اور بعض محققین انسانوں کی ـــ یہ ہڈیاں اب بھی کئی جگہوں سے برآمد ہوئی ہیں۔ ہم نے خود بھی ایک ہڈی دیکھی ہے جو انسان کی پنڈلی سے مشابہ تھی مگر لمبائی اور موٹائی میں انسان کی ہڈی سے بہت بڑی تھی۔

(بحوالہ تاریخ شاہاں گوجر، ص ۴۲۰/۴۲۱)

"ایک آدمی کا سر بھی خانقاہ پیر جعفر شاہ متصل بلیسا میں برآمد ہوا۔ اُس وقت کے ڈپٹی کمشنر مسٹر سی کنگ نے رائے دی تھی کہ دس ہزار سال قبل کی ہڈی ہے۔"

جناب شیخ کرامت لکھتے ہیں؛

"ان واقعات کی روشنی میں سابقہ مصنفین کی آراء کو کافی حد تک تقویت ملتی ہے کہ واقعی کسی زمانہ میں سرزمینِ گجرات میں دیو آباد تھے۔" (ص ۵۱)

جناب ڈاکٹر ابو بکر شعبہ زوالوجی پنجاب یونیورسٹی لاہور کے جواب خط سے جناب شیخ کرامت اللہ نے ایک اقتباس درج کیا ہے۔

"گجرات کی بنّی کی پہاڑیوں میں میں نے بھی کام کیا ہے۔ وہاں سے ہاتھی، دریائی بھینسے اور گائے وغیرہ کے پنجر ملتے ہیں۔ گذشتہ دس برس سے مجھے کوئی انسانی پنجر نہیں ملا۔"

(بحوالہ جواب خط، آئینہ گجرات ص ۶۰)

جناب شیخ کرامت اللہ نے طوفانِ

نوحؑ کا باب بھی قائم کیا ہے:

"مورخین کا خیال ہے کہ طوفانِ نوحؑ
میں ماسوائے نوحؑ اور ان کے گھرانے کے
کوئی زندہ نہیں رہا۔ اس طرح طوفانِ نوحؑ
کے بعد سے اولادِ نوحؑ کا سلسلہ شروع ہوا
جس کے معنی ہیں آج کی ساری دُنیا اولادِ
نوحؑ سے متعلق ہے۔"

ابنِ بطوطہ نے بیان کیا ہے، کہ
جب کوفہ گیا تو وہاں ایک چھوٹی سی مسجد
دیکھی۔ مسجد کے اس درجہ میں ایک زاویہ ہے
اس پر ساگوان کی لکڑی کا ایک حلقہ ہے۔
کہتے ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں تنور سے
طوفانِ نوحؑ موجزن ہُوا تھا۔ اس کی پشت
پر مسجد سے باہر ایک مکان ہے۔ کہتے
ہیں، یہ نوحؑ کا گھر تھا۔ اس کے مقابل
ایک اور مکان ہے، کہتے ہیں یہ حضرت
ادریس کی عبادت گاہ تھی۔ اس کے متصل
ایک وسیع جگہ ہے جو مسجد کی قبلہ رُخ دیوار
سے ملی ہوئی ہے، کہتے ہیں نوحؑ نے
اسی جگہ کشتی بنائی تھی۔"
(بحوالہ ابنِ بطوطہ، آئینہ گجرات ص ۵۶)

ہندو دھرم کی کتابوں میں طوفانِ
نوحؑ کا ذکر ہے، جو وہی کہانی ہے جو
قدیم بابل، مصر اور چین اور ہندوستان میں
میں رہنے والوں میں مروّج تھی۔"
(آئینہ گجرات، ص ۵۸)

"ہمارے ضلع گجرات میں پبّی کی
پہاڑیاں اسی عہد کی یادگار ہیں۔" (ایضاً)

"بادی النظر میں دیکھنے سے ان
داستانوں کی (جو ہندو دھرم کی کتابوں
میں مرقوم ہیں) تائید یوں ہوتی ہے،
کہ اس سرزمین کے اُونچے ٹیلے اور عمیق
گہرائیاں ظاہر بین نگاہوں کو باور کراتی ہیں
کہ کسی عظیم تبدیلی کی وجہ سے یہ علاقہ زیروزبر
ہُوا۔" (ص ۵۶)

نوحؑ نے چین سقلاب اور ترکستان
یافث، شام، جزیرہ عراق و خراسان کا علاقہ
سام کو مغرب کے ممالک حبشہ، ہندوستان
سندھ کی تمام سرزمین حام کو عطا کی۔
(ص ۵۵)

"علاوہ ازیں مقامی روایات بھی اس امر کی مُدّعی ہیں کہ واقعی اہالیانِ خطۂ گجرات اولادِ حضرت نوحؑ سے ہیں۔ ان روایات کا انحصار ان آثارِ قدیمہ پر ہے، جو اب تک باقیاتِ صالحات کا درجہ رکھتے ہیں۔"

موضع بڑیلہ میں ایک قبر ہے، جس کے متعلق روایت ہے کہ یہ قبر نوحؑ کے بیٹے یا ان کے کسی پوتے کی ہے۔

موضع بڑیلہ گجرات سے ۲۵ میل شمال کی طرف ٹانڈہ کے نزدیک واقع ہے۔ اس کا سنگِ بنیاد حافظ صاحب کولیاں شاہ جہاں والوں نے رکھا تھا۔

قبر مذکور موضع بڑیلہ کے جانب ایک فرلانگ پر ہے۔ صاحبِ قبر کا نام کیبت بیان کیا جاتا ہے۔ حافظ شمس الدین صاحب گلیانوی نے بھی اپنے علم کشف القبور سے بیانِ بالا کی تصدیق کر دی ہے۔ علاوہ ازیں مولوی شیخ محمد عبد اللہ صاحب علامۃ العصر مرحوم ساکن ملکانے بھی اپنے علم کشف القبور کو کام میں لا کر یہ معلوم کیا کہ قبر مذکور حضرت نوحؑ کے بیٹے کی اور ــــــ یہ روایت کہ یہ قبر حضرت آدمؑ کے بیٹے کی ہے، بالکل غلط ہے۔

"موضع بڑیلہ کے قرب وجوار کے ہندو بھی اس قبر کو "منو بیوست" (صاحبِ کشتی) کے بیٹے کی قبر سمجھ کر متبرک جانتے تھے۔ سنسکرت میں "منو بیوست" کے معنی صاحبِ کشتی ہیں، جبکہ حضرت نوحؑ کے نام کے معنی بھی یہی ہیں۔

ایک اور روایت ہے جسے ہزارہا سال سے یقین کا درجہ حاصل ہے کہ موضع شیخ چوگانی میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پوتے کی قبر ہے۔ یہ قبر حال ہی میں حضرت سائیں گوہر الدین نے سنگ مرمر سے تعمیر کرائی ہے۔ قبر کی تعمیرِ نو ۱۳۳۶ھ کو ہوئی۔ سائیں صاحب نے قبر کی تختی پر یہ عبارت درج کروائی ہے " باجازت انسان کامل تعمیر شد ــــــ سیدنا حضرت طالوح علیہ السلام" (آئینہ گجرات، ص ۶۱)

اسی سلسلہ میں جناب شیخ کرامت اللہ نے جناب مفتی ریاض کے مقالہ قاضی سلطان محمود سے اقتباس دیا ہے:

"کشف القبور ہی کے ذریعہ قاضی سلطان محمود صاحب مرحوم نے دُور دُور گجرات کے علاقہ میں نوگزوں کی قبریں دریافت

کی ہیں۔ یہ انبیائے بنی اسرائیل کی اولادوں کی قبریں بتلائی جاتی ہیں۔ موٹا متصل ٹانڈہ گجرات میں ایک ایسی قبر ہے، صاحبِ قبر کا نام نقیب طوشش ہے۔ منادرہ کے پاس سلطان قینوشش کی قبر ہے۔ یہ دونوں حضرت یوسف علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔ چھمب میں فلسانوشش کا مزار ہے۔ دیوہ میں سلطان صلوادوشش حضرت داؤدؑ کے فرزند کی قبر ہے۔ وڈالہ میں صاحبِ قبر کا نام ہرشیا ہے جو اولاد موسےٰ عمران سے تھے۔ پیر لنگر میں حمیالاں صاحبِ مزار ہیں جو حضرت ہارونؑ کی اولاد سے ہیں۔"

اِسی ضمن میں ایک اور روایت جو ہم نے ملک سردار خاں کی زبانی سُنی، بیان کرنی خالی از دلچسپی نہ ہو گی۔ موضع پڈار اور اعوان شریف کے درمیان ایک برساتی نالہ بہتا ہے۔ اس برساتی نالے کی سمت اعوان شریف پر دور زمانہ سے ایک مزار چلا آتا ہے، جس کے بارے میں جناب قاضی سلطان محمود صاحب کو خواب میں ہدایت کی گئی تھی کہ مزار کو برساتی نالے سے محفوظ کر دیا جائے، چنانچہ قاضی صاحب موصوف نے ملک مست علی صاحب سکنہ مرجان والدِ بزرگوار فدائے ملت ملک لال خان و ملک سردار خان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ ملک صاحب موصوف نے مزار کی محفوظ جگہ پر منتقلی میں قاضی صاحب کی امداد فرمائی۔ قاضی صاحب نے کشف القبور کے ذریعہ معلوم کیا کہ یہ قبر بنی اسرائیل کے کسی قدیم بزرگ کی ہے۔

(آئینہ گجرات ، ص ۶۳)

جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم کی کارنامہ یادگار "آئینہ گجرات" کے مطالب عالیہ کا صرف ایک ہی خلاصہ ہے کہ گجرات قدیم ترین خطۂ ارضی ہے۔ انسانی آبادی ہبوطِ آدم سے بہت پہلے یہ سرزمین دیوؤں جنوں کا مسکن تھی۔ اس کی شہادتیں جناب شیخ کرامت اللہ نے جمع کرنے کی سعی مشکور فرمائی ہے۔ جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم نے صرف چند ایک کلیوں پر قناعت کی ہے۔ ہبوط آدم سے قبل زمین کی آبادی سے متعلق مزید معتبر شہادتیں اکٹھی کی جا سکتی تھیں، بہرحال ایلیٹ اور سی کنگ افسران ضلع تھے، جن کی ایک ماتحت کیلئے "مائی باپ" کی حیثیت تھی، مگر جناب شیخ کرامت اللہ کے مائی باپ بھی آثارِ قدیمہ

کی تلاش اور دریافت پر سند کا درجہ نہیں رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں "البیرونی" کی معتبر شہادت موجود ہے جس نے زمین پر آبادیٔ انسان سے پہلے دیوؤں، جنوں، بھوتوں پریتوں غولِ بیابانی کی زمینی رونقوں کا ذکر کیا ہے۔ صاعد اندلسی طبقات الامم میں البیرونی کا ہمنوا ہے۔ ابنِ خلدون کا خیال بھی یہی تھا۔ دُنیا کی تمام قدیم لوک کہانیوں میں دیوؤں، جنوں، بھوتوں کا وجود ملتا ہے جسے مزید ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔

پلوٹارک نے دوست سے مخاطب ہو کر کہا، کہ جغرافیہ دان بڑی آسانی سے لکھ جاتے ہیں، اب آگے جنگل بیابان ہیں، جہاں آبادیاں ختم ہو گئی ہیں، سمندروں کے پانی ہیں جن کا اور چھور کوئی نہیں۔ یہی حال ہماری قرونِ خالیہ کے بے سروپا کہانیوں قصوں کا ہے، جن تک ہم بہرحال پہنچ جاتے ہیں۔ جُوں جُوں ہم تاریخ کے زمانہ سے پیچھے ہٹتے جاتے ہیں۔ ہم بھی جغرافیہ دانوں کی سُنت پر عمل کر سکتے ہیں۔ مگر ہم دُعا کرتے ہیں، خُدا کرے یہ بے سروپا قصّے کہانیاں یُوں سر جھکا دیں کہ تاریخ کی دیوی سرخرو ہو۔

جناب شیخ کرامت اللہ کے سلسلہ میں تاریخ کی دیوی کس حد تک سرخرو ہوئی، اندازہ لگانا مُشکل نہیں۔ جناب شیخ کرامت اللہ نے کوئی دعویٰ ترتیب نہیں دیا، بلکہ جہاں کہیں سے اطلاعات دستیاب ہوئیں بلا کم وکاست قبول فرمالیں، ایک خبر دُوسری کی تنقیص کرتی ہے اس کی پرواہ جناب کرامت اللہ مرحوم نے نہیں کی ——— مثلاً جناب شیخ کرامت اللہ نے ابنِ بطوطہ کا قول طوفانِ نوحؑ کے سلسلہ میں نقل فرمایا ہے، اور ساتھ ہی طوفانِ نوحؑ کا بمبئی کی پہاڑیوں کو گجرات میں زیر وزبر کرنے کا ذکر کیا ہے، کُوفہ سے پھٹ پڑنے والا سیلاب بمبئی گجرات میں زیر وزبر کیسے کر گیا؟

طبقات الارض کے معمولی ماہر بمبئی کی پہاڑیوں کی ساخت کے سلسلہ میں بطریقِ احسن توضیح اور تشریح پیش کر سکتا ہے .... پہاڑیوں سے یہاں وہاں نکلنے والی ہڈیاں انہیں جانوروں کی ہیں، جو کرۂ ارض کے پہلے برفانی دور میں نیست و نابود ہو گئے تھے، نیچرل ہسٹری کے ہر ایک میوزم میں کم وبیش ان جانوروں کی ہڈیاں جوڑ جوڑ کر دیو ہیکل جانوروں کے پنجر بنائے گئے ہیں۔

آسیائی سرزمینوں میں "دیو" کوئی نامانوس لفظ نہیں، اس کے معنی دیوتا یا پاک رُوح ہے۔ آریائی سرزمینوں میں دیوتاؤں کی پُوجا کی جاتی تھی۔ زرتشت نے لفظ "دیو" کے معنی بدلنے کی ضرورت سمجھی۔ اب "دیو" کے معنی "بدروح" ہوئے۔ دیوتاؤں کے رُوپ بہروپ میں زرتشت نے انہیں اہرمن کہا جو سب خامی خرابیوں کے ذمہ دار ہیں۔ مگر کیا خامیاں، خرابیاں دیوؤں کی شکل وصُورت جسم وجان رکھتی ہیں۔ صاحبِ آئینہ گجرات نے "گجرات عہد دیواں میں" کا باب باندھا ہے۔ جناب شیخ کرامت اللہ بڑے اعتبار و اعتماد اس کا جواب اثبات میں دیں گے۔ ایلیٹ اور کنگ کی رائے اور بھی وزنی ہوسکتی تھی، کیونکہ یہ شیخ کرامت اللہ کے افسرانِ بالا تھے، مگر...... کیا "دیو" شر کے لیے صرف علامت نہیں ؟

سرزمینِ گجرات کی قدامت کے سلسلہ میں جناب شیخ کرامت اللہ قبور طویلہ، لمبی قبروں والے نوگزوں کو ایلیٹ کے نظریہ کے مطابق دیوؤں کی قبریں مان لینے میں مضائقہ نہیں سمجھتے، مگر اسی اعتبار و اعتماد کے ساتھ نوگزوں کو انبیائے بنی اسرائیل یا اُن کی اولاد کی قبریں مان لیتے ہیں تاکہ سرزمین گجرات کے عزو وقار میں قدامت کے حوالہ سے مزید اضافہ کرسکیں، سن بندی کے حوالہ سے تاہم جناب شیخ کرامت اللہ بآسانی معلوم کرسکتے تھے کہ نوگزوں کی قبروں سے قدامت کی دستار میں کسی طرُّہ کا اضافہ قطعی ممکن نہیں۔

۱۔ از ہبوط آدمؑ تا طوفانِ نوحؑ۔ ۲۲۴۲ سال

۲۔ از طوفانِ نوحؑ تا ولادت حضرت ابراہیمؑ۔ ۱۰۸۱ سال

۳۔ از ولادت حضرت ابراہیمؑ تا وفات حضرت موسیٰؑ۔ ۵۴۵ سال

۴۔ از وفات حضرت موسیٰؑ تا ظہور بخت نصر۔ ۹۷۹ سال
(زمانہ اسیری وجلاوطنی بنی اسرائیل)

۵۔ از ظہور بخت نصر تا غلبہ اسکندر۔ ۴۲۴ سال
(زمانہ آبادکاری بنی اسرائیل وہندوستان)

۶۔ از زمانہ سکندر تا ولادت حضرت مسیحؑ۔ ۳۰۴ سال

یہ جدول جناب سرسید احمد خاں نے مرتب کی تھی اور آئینہ گجرات کے ص ۶۴ پر نقل کی گئی ہے۔ اس جدول بنی اسرائیل کی جلاوطنی اور آبادکاری کا زمانہ شامل کرلیں تو بات خاص پُرانی معلوم نہیں ہوتی۔

جناب شیخ کرامت اللہ مرحوم نے نوگزوں کی قبروں کے سلسلہ میں کسی تحقیق و تفتیش کی ضرورت نہیں سمجھی۔ نرملندار ڈگری

کالج گجرات کے میگزین "شاہین" کے شمارہ
دسمبر ۱۹۶۸ء سے جناب مفتی ریاض احمد
کے مقالہ قاضی سلطان محمود سے ایک اقتباس
نقل کرنا کافی سمجھا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے
کہ جناب شیخ کرامت اللہ اس دعوے کو
درست تسلیم کرتے ہیں حالانکہ یہ نظریہ ایلیٹ
اور سی کنگ کے نظریات سے متناقض ہے۔

جناب شیخ کرامت اللہ کی تائید
میں تاہم کہا جا سکتا ہے، کہ نوگزی قبریں
کو نہ انبیائے بنی اسرائیل یا اُنکی اولادوں
کی قبریں ثابت کیا گیا ہے نہ ثابت کرنا
جناب شیخ کرامت اللہ کا کبھی مقصد تھا۔
جناب شیخ کرامت اللہ نقاد تھے نہ محقق،
گجرات کے سلسلہ میں رطب و یابس اطلاعات
کو بہم کرنا فرض جانا تھا اور شیخ کرامت اللہ
بطریقِ احسن فرض سے عہدہ برآ ہوئے۔

۶

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری
جغادری قسم کے ادیب شہیر و محقق بے نظیر
ہیں۔ ان کے کتاب خانہ میں بے شمار کتابیں
موجود ہیں۔ ان میں بڑی تعداد قلمی نسخوں کی
ہے جنہیں آدمیوں سے زیادہ دیمک نے
پڑھا ہے، مگر انہیں کتابوں کے حوالوں
سے جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری
نے تحقیقاتِ علمیہ کا ایک ہی قرینہ سمجھا یا
ہے۔ حقیقتِ حال معلوم کرنے کیلئے واجب
ہے کہ شک و انکار سے ابتدا کی جائے،
مثلاً ہیر وارث شاہ کے مطبوعہ، غیر مطبوعہ سارے
نسخے ان کے کتب خانہ میں موجود ہیں۔ ان
کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ وارث شاہ
کوئی شاعر تو کیا، آدمی نام کی کوئی شے بھی
نہیں تھے اور یہ جو ہیر کا "اصلی اور وڈا"
رومان ان کے نام نامی و اسم گرامی سے
منسوب ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ
فلاں صاحب نے اس رومان میں اتنے سو
مصرعے نظم کیے، دُوسرے نے اتنے سو
اور تیسرے نے اتنے سو، چوتھے، پانچویں،
چھٹے کا اس پنچایتی رومان میں اتنا اور اتنا
حصہ معلوم و موجود ہے۔ اب جُدا جُدا اعداد
کو سادہ جمع کا سوال بنا دیں ___ ایک
مصرع بھی وارث شاہ جی کے حصہ میں نہیں آتا۔

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری
نے سب سے پہلے شاعری کے اکھاڑے
میں قدم رکھا، اور بلاشبہ پہلوان سخن ثابت

ہوئے۔ کئی مبسوط دیوان لکھے جن میں ہر صنف سخن میں متعدد شاہکار فارسی، عربی، اردو، پنجابی کے علاوہ دوسری زبانوں میں موجود و معلوم ہیں۔ پنجابی زبان میں جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری نے متعدد تراجم کیے ہیں۔ جن اسرار و رموز گلشن راز جدید کے ترجمے بھی شامل ہیں۔ ڈاکٹر احمد حسین قریشی آجکل قرآن حکیم کا منظوم ترجمہ کر رہے ہیں۔

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی کا پنجابی زبان و ادب کی مبسوط تاریخ لکھنے کا پروگرام تھا جسے انھوں نے پایۂ تکمیل کو پہنچا دیا ہوگا۔

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی گجرات کے موضوع سے خاص دلچسپی رکھتے ہیں۔ گجرات کے طول و عرض میں موجود و معلوم درس گاہوں کے کتاب خانے انھوں نے کھنگال ڈالے ہیں اور سارے نوادرات مع مفید معلومات جمع کیے ہیں۔ اسی لیے جناب ڈاکٹر غلام حسین اظہر کہتے ہیں کہ

کس کے گھر جائے گا سیلابِ بلا اُنکے بعد

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی قلعداری کے قد کاٹھ کے مقابلہ میں ان کی کتاب "گجرات بہ عہدِ قدیم و جدید" کارنامہ نہیں کہی جا سکتی۔ کتاب کو بڑی اُمید سے کھولا کہ شاید لکھا ہُوا مل جائے کہ کہیں نوگزے مزارات نہیں اور یہ جنہیں نوگزے کہتے ہیں، نوگزے نہیں، ہر جگہ مزارات مقدسہ کی لمبائی، چوڑائی اور موٹائی کم و بیش پائی گئی ہے۔ اس لیے صائب رائے یہ ہوگی کہ ہر چند کہیں کہ ہیں، نہیں ہیں۔

کتاب گجرات بہ عہد قدیم و جدید (ایک خاکہ) مکتبہ ظفر، ناشر قرآنی قطعات گجرات پاکستان نے دین محمدی پریس لاہور سے چھپا کر ۱۹۶۸ء میں شائع کی۔

ڈاکٹر احمد حسین قریشی رقم طراز ہیں:

"اس خطّہ (جس کو اب ضلع گجرات کہتے ہیں) کی تاریخ اس قدر پرانی ہے، جس قدر کہ خود بنی نوع انسان کی تاریخ بہ قدامت کا گمان ممکن ہے۔"

(ص ۱۶ گجرات بہ عہد قدیم و جدید)

"کہا جاتا ہے کہ سطح آب پر سب سے پہلے جو قطعہ ارض نمودار ہوا، وہ ہمالیہ یا وادیٔ کشمیر اور اس کا دامن ہے۔ ہمالیہ کی بلندیاں اور سطح مرتفع جغرافیائی اصول کے مدِ نظر اس گمان کو تقویت دیتی ہیں۔"

اگر اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے تو گجرات کو بھی اس کے متصل ہونے کے لحاظ سے قدیم ترین علاقہ تسلیم کر لینے میں کافی سہولت موجود ہے۔" (ایضاً)

"تخلیقِ آدم سے پہلے زمین پر دیوؤں اور جنوں کی مخلوق آباد تھی۔"

۱۹۲۲ء میں منگلا کے نزدیک نہر اپر جہلم کی کھدائی شروع ہوئی۔ میاں محمد دین المعروف میاں محمد گجراتی مزدور تھے۔ حاجی میاں فضل کریم احسان انجینئرنگ ورکس میاں محمد دین سے روایت کرتے ہیں کہ اس کھدائی میں کئی پنجر اور سر برآمد ہوئے جو عام انسانوں بلکہ حیوانوں کے سر سے بھی بڑے تھے۔ (ص ۲۰)

"تاریخ شاہاں گوجر اور کرانیکلز آف گجرات میں یہ روایت درج ہے کہ بنی کی پہاڑیوں میں اکثر انسانی ہڈیاں برآمد ہوتی رہتی ہیں، جو عام انسانوں کی ہڈیوں سے زیادہ بڑی ہوتی ہیں یہ ہڈیاں دیوؤں اور جنوں کی تصور کی جاتی ہیں۔

کیپٹن ایلیٹ انہیں جن اور راکششوں کی ہڈیاں بتاتے ہیں۔ ہڈیوں کی برآمد کا سلسلہ جموں، بھمبر کی سرحد تک پھیلا ہوا ہے۔ (ص ۲۰)

"اس امر سے عوام کے اس عقیدے کی تائید ہوتی ہے اور اس اندازہ سے یہ خطہ آدمؑ کی پیدائش سے پہلے بھی آباد نظر آتا ہے۔ مگر ہمارے نزدیک یہ قیاس درست نہیں، یہ ہڈیاں نسل آدم سے ہی لوگوں کی ہیں جو قدیم زمانہ میں یہاں آباد تھے، جن کی قدامت زیادہ سے زیادہ حضرت نوحؑ کے زمانہ تک تصوّر کی جا سکتی ہے۔"

"ہمارے علاقہ میں یہ روایت بڑی مدت سے تواتر کے ساتھ مشہور ہے کہ گجرات کے شمال مشرق کی طرف سرحدی علاقہ موضع بڑیلہ شریف میں حضرت آدمؑ کے بیٹے کی قبر موجود ہے۔ موضع مذکور میں مشارٌ الیہ کے متولی اس بات پر کامل یقین رکھتے ہیں اور اسکا نام حضرت قینوط علیہ السلام بتلاتے ہیں۔ قبر بڑی لمبی ہے اور اس کی ہر سال پیمائش کی جاتی ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہر سال

یا تو قبر ۷۰ گز سے کچھ بڑھ جاتی ہے، یا کم ہو جاتی ہے، یہ سلسلہ مُدّت مدید سے شروع ہے۔" (ص ۱۷)

جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی فرماتے ہیں:

"ہمارے ایک دوست کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ کا بیٹا "قابیل" اپنے بڑے بھائی ہابیل کو قتل کرنے کے بعد کسی دُور دراز غیر معلوم علاقہ میں احساسِ گناہ کے پیشِ نظر بھاگ گیا تھا، ہو سکتا ہے کہ وہ یہیں آکر روپوش ہُوا ہو، اِس لحاظ سے دُنیا کا پہلا گنہگار اسی خاک میں مدفون ہے۔"

جناب شریف حسین شرافت ساہن پال والے فرماتے ہیں:

"یہ قابیل نہیں، کوئی اور بیٹا ہوگا۔" (حاشیہ ص ۱۷)

حضرت آدمؑ سے تقریباً ایک ہزار چھ سو چھیالیس سال بعد حضرت نوحؑ کا زمانہ شروع ہوتا ہے۔

طُوفانِ نوحؑ سے متعلق کچھ روایات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، جو بعض مذہبی اور نیم مذہبی کتابوں میں تفصیل سے درج ہیں۔" (ص ۱۸)

"موجودہ دُنیا حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں سام، حام، یافث کی اولاد بتلائی جاتی ہے۔"

"سام کی اولاد جزیرہ نمائے عرب کی طرف سامی نسل کہلاتی ہے۔"

"حام کی اولاد برِّ اعظم ایشیا اور یورپ میں پھیلی۔"

"یافث کی اولاد سے ترک اور یاجوج ماجوج ہیں۔" ایضاً

موضع بڑیلہ شریف میں مذکورہ قبر کے متعلق بعض لوگ کہتے ہیں، یہ حضرت نوحؑ کے کسی بیٹے کی قبر ہے، آدمؑ کے بیٹے کی قبر نہیں۔

"اِس قیاس کی تائید میں ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کا سہارا لیا جا سکتا ہے، ویدوں میں منو (نوح) کے طُوفان کا ذِکر نہیں ملتا، البتہ ششت پیتھ برہمن میں درج ہے کہ منو کی کشتی ایلا (ہمالیہ) کے دامن میں ٹھہری۔ یہ جگہ کشمیر میں ہے جس سے قیاس کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت پنجاب کا یہ خطہ طُوفانِ عظیم کی زد میں

ضرور آیا ہوگا، اور نوحؑ کی اولاد یہاں
اقامت پذیر ہوئی ہوگی، لہذا یہ قبر
حضرت نوحؑ کے کسی بیٹے کی قبر قرین
قیاس ضرور ہے۔"

شیخ چوگانی متصل جلالپور جٹاں
ضلع گجرات میں حضرت یوسف علیہ السلام
کے بیٹے کی قبر موجود ہے، بعض لوگ ان
کا نام طہنوف علیہ السلام بتلاتے ہیں۔
بعض کشف القبور کے ماہر اس کی تائید
کرتے ہیں۔

حاشیہ پر
رقمطراز ہیں:
(گجرات کے شمال مشرق کیطرف مشہور
گاؤں ہے، یہ روایت سید شرافت صاحب
نوشاہی کی بیان کردہ ان کے حوالہ سے یہاں
درج کی جاتی ہے)
(بحوالہ حاشیہ ص ۱۸ گجرات بہ عہد قدیم وجدید)
(شیخ کرامت اللہ صاحب سالنامہ
تعمیر نو میں صاحب کشف القبور کا نام شیخ
عبداللہ ساکن ملکا لکھتے ہیں۔ شیخ صاحب
کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ صاحب فرقہ
اہل حدیث و دیوبند سے تعلق رکھتے تھے
جن کے عقائد میں کشف القبور نہیں، البتہ
غزنوی اہل حدیث اور تھانوی کشف القبور
کے قائل ہیں۔ بحوالہ بالا صاحبان مولوی
حافظ شمس الدین ساکن گلیانہ اور مولوی
ولی اللہ صاحب ہیں)۔
(بحوالہ حاشیہ ص ۱۹ گجرات بہ عہد قدیم وجدید)

کتاب گجرات بہ عہد قدیم وجدید کے
مطالعہ سے ایک خیال بار بار ابھرتا ہے کہ
جملہ مطالب عالیہ، صاحب آئینہ گجرات،
جناب شیخ کرامت سے اخذ و خلاصہ ہیں۔
یہ خیال محض خیال بھی ہو سکتا ہے
اس سلسلہ میں اہل تحقیق با آسانی چھان
پھٹک کر سکتے ہیں۔ کتاب ایسی نادر و
نایاب کتاب نہیں۔
جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی کہہ
سکتے ہیں کہ ان کی کتاب ۱۹۶۸ء میں شائع
ہوئی اور جناب شیخ کرامت اللہ کی ۱۹۷۷ء
میں۔ کتاب گجرات بہ عہد قدیم وجدید کیسے
اخذ و خلاصہ ہوئی۔
گذارش یہ ہے کہ
(۱) کتاب آئینہ گجرات، کتاب یہ عہد

قدیم و جدید کا پھیلاؤ نہیں۔

(۲) کتاب آئینہ گجرات سالہا سال پیشتر مرتّب کی جا چکی تھی اور جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی کے زیرِ مطالعہ رہی تھی۔

اخذ و خلاصہ اہم بات نہیں، اُمید کی جا سکتی تھی کہ جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی ذاتی تحقیق و تنقید کے بعد گجرات کی بات کسی قابل اعتماد و اعتبار نتیجہ پر پہنچائیں گے، جس سے گجرات کے عہدِ قدیم کے سلسلہ میں عموماً اور لوگڑوں کے سلسلہ میں خصوصاً تردد بے جا کی گنجائش نہیں رہے گی۔

جناب شیخ کرامت اللہ کی کتاب پر تنقید و تبصرہ کے بعد جناب ڈاکٹر احمد حسین قریشی کی کتاب پر تنقید و تبصرہ غیر ضروری ہو جاتا ہے۔

۷

نام نامی و اسمِ گرامی محمد صدیق، قلمی نام نسیم، چوہدری ہیں۔ معلوم نہیں شاعری فرماتے ہیں یا نہیں، بایں ہمہ نسیم سے نسبت ضرور ہے۔ بڑے نرم مزاج، متبسم اور حوصلہ والے آدمی ہیں۔ درگاہ حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی کے منیجر اوقاف رہے ہیں۔ اسی دوران تذکرہ شاہ دولہ دریائی ترتیب دیا اور حضرت سید کبیر الدین شاہ دولہ دریائی کی انسان دوستی اور فلاح و بہبود عوام کے کاموں پر روشنی ڈالی۔

کتاب سندھ ساگر اکاڈمی لاہور نے ۱۹۷۰ء میں شائع کی۔

دُوسری کتاب تذکرہ علی بن عثمان ہجویری داتا گنج بخش لاہوری لکھا جسے مکتبہ المعارف لاہور نے شائع کیا۔

جناب محمد صدیق نسیم چوہدری نے تذکرہ حضرت بلھے شاہ قصوری بھی لکھا۔

جناب محمد صدیق نسیم چوہدری کی خوش بختی کا قبالہ ان کی تازہ کتاب مکتوبات اقدس ہے، جسے نسیم اکبر فاؤنڈیشن نے اہتمام کے ساتھ شائع کیا ہے۔ بڑی تحقیق و تفتیش کے بعد احادیث و سیرت، تاریخ و تذکرہ کی کتابوں سے مکتوبات نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یکجا شائع کیا گیا ہے اور اردو میں شائع کیا گیا ہے۔ کتاب، دُربار سے اُردو کا دامن سرمایہ دار کرنے

کی سعادت جناب محمد صدیق نسیم چوہدری کو ملی ہے۔

تذکرہ شاہ دولہ دریائی میں جناب محمد صدیق نسیم چوہدری نے گجرات کا علمی ماحول اور روحانی فیضان کا باب قائم کیا ہے۔

جناب نسیم چوہدری رقمطراز ہیں:

گجرات کے اسی علاقہ کے موضع کبیلہ میں حضرت آدم صفی اللہ کے فرزند قابیل کا مقبرہ ہے جو بھائی کے قتل کے بعد ادھر نکل آیا تھا۔ ۷۰ گز لمبی قبر آج بھی دکھلائی جاتی ہے لیکن بعض کہتے ہیں، یہ قبر حضرت نوح علیہ السلام کے کسی بیٹے کی ہے۔

(ص ۲۵۔ تذکرہ شاہ دولہ دریائی)

کشف القبور والوں نے اس علاقہ میں لمبی قبروں کی نشاندہی کی ہے، انہیں نوگزے کہتے ہیں۔ مقامات محمود میں لکھا ہے نوگزی قبروں والے بزرگ سب قدیم زمانہ کے ہیں۔ ان میں سے اکثر انبیائے بنی اسرائیل کی اولاد ہیں۔

خط کشیدہ دیہات کے نام ہیں، جہاں ایسی قبریں ہیں۔ موٹا متصل ٹانڈہ ضلع گجرات ایسی قبر ہے، صاحب قبر کا نام نقیب طوشش ہے۔ بیان کیا گیا ہے۔ نجان متصل منادر نوگزہ مزار ہے صاحب قبر کا نام فینوشش ہے۔ یہ حضرت یوسفؑ کی اولاد سے تھے۔ موضع چھب یک فلسانوش کا مزار ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ وٹالہ میں نوگزہ مزار ہے، صاحب قبر کا نام ہرشیا ہے اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اولاد سے ہیں۔

(بحوالہ مقامات محمود، تذکرہ شاہ دولہ دریائی ص)

یہ کہنا مشکل بات ہے کہ ان باتوں میں تاریخی صداقت کتنی ہے، تاہم ان روایات سے گجرات کے علاقہ کی قدامت کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔ (ص ۲۶)

جناب محمد صدیق نسیم چوہدری کے ذاتی تبصرہ کے بعد مزید تنقید و تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

جناب محمد صدیق نسیم چوہدری کو گجرات کی قدامت، علمی ماحول اور روحانی فیضان کے پس منظر کو ابھارنا تھا۔ نوگزوں کی بات یونہی نکل آئی۔ نوگزوں کے سلسلہ میں جناب محمد صدیق نسیم چوہدری کو تلاش و دریافت کی ضرورت نہیں تھی۔

۸

جناب میاں اعجاز نبی، پاکستان سول سروس کے آدمی ہیں، بڑے افسر رہے ہیں مگر ان میں افسروں والی بات نہیں دیکھی۔ سب سے خندہ پیشانی سے ملتے ہیں۔ ریٹائرمنٹ کے بعد حلقہ ارباب شعور میں ملاقات ہو جاتی تھی۔

کتاب "ہست و بود" منگرال راجپوتوں کی سرگزشت جناب اعجاز نبی نے لکھی ہے اور ادیبانہ شان سے لکھی ہے۔ کتاب میں قومیت کا تصور، اسلام میں قوم اور وطن کے تصورات، لفظ راجپوت کا مفہوم اور گوتوں کا ارتقا ریاست کشمیر کا پس منظر، مختصر جائزہ، گجرات کی مختصر تاریخ جیسے موضوعات شامل کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں میاں اعجاز نبی نے "کنگ لائبریری گجرات"، پنجاب لائبریری لاہور، جناب محمد دین کی متعدد کتب دربارہ اقوام ریاست کشمیر۔ ریکارڈ مال ضلع گجرات، موجودہ بزرگوں سے اکتساب، اور دیگر ممکنہ ذرائع سے جو کچھ مہیا ہو سکا اس کا نچوڑ ہدیہ ناظرین کیا ہے۔

جناب اعجاز نبی رقم طراز ہیں:

اس خطۂ یونان میں برگزیدہ ہستیوں کا آسودۂ خاک ہونا بھی تشنگان فیوضِ رُوحانی کے لیے ایک خاص کشش کا موجب تھا، جس سے اطراف و جوانب سے اصحابِ معرفت کھنچے چلے آتے ہیں۔

(ص ۱۱۸)

اس سلسلہ میں موضع بڑیلہ میں سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کے فرزند قابیل کی ۷۰ گز لمبی قبر کی نشان دہی ہوتی ہے، لیکن بعض روایات کے مطابق یہی قبر حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند سے منسوب ہے۔

ضلع گجرات کے موضع موٹا، متصل ٹانڈہ میں نقیب طوش اولاد بنی اسرائیل کا مدفن بیان کیا جاتا ہے۔

موضع بنجان متصل منادر میں فینوش نامی اولاد سیدنا حضرت یوسفؑ آسودۂ خاک ہیں۔ چھمب میں سیدنا حضرت داؤدؑ کی اولاد میں سے فلسانوش کی قبر بتلائی جاتی ہے۔

انکے علاوہ موضع ڈنالہ میں حضرت موسٰیؑ کی اولاد سے ہرشیا نامی کا مدفن ہے۔
تذکرہ شاہ دولہ دریائی از ایم۔ ایس

نسیم چوہدری میں موضع کبیلہ درج ہے۔
ایسے نام کا کوئی موضع ضلع گجرات میں نہیں۔
(بحوالہ ہست و بود، حاشیہ ص ۱۱۸)

تمام تر اطلاعات تذکرہ شاہ دولہ دریائی از ایم۔ایس نسیم چوہدری سے اخذ و خلاصہ کی گئی ہیں۔

قبورِ طویلہ، نوگزی لمبی قبروں کے سلسلہ میں معلومات کا تجزیہ اس نتیجہ پر پہنچاتا ہے کہ

صاحبانِ تذکرہ بلا تحقیق، سُنی سُنائی باتوں پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر جو ایک نے کہا دُوسرے نے دُہرایا اور بات دُور دُور پھیل گئی۔

وثوق سے یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ سبھی بلا واسطہ، بالواسطہ حضرت قاضی سُلطان محمود کی ذاتی یادداشتوں (عروۃ الوثقیٰ) اور نواب معشوق یار جنگ بہادر کی کتاب مقاماتِ محمود کے خوشہ چیں ہیں۔ عروۃ الوثقیٰ اور مقاماتِ محمود ستارہ سی چمکتی ہوئی کتابیں ہیں، جن سے جانے انجانے میں سب نے کسب ضیا فرمایا ہے، جس نے جانا ہے حوالہ بھی دیا ہے ورنہ اکثر و بیشتر قوالی میں شامل ہو گئے ہیں۔

سرزمینِ گجرات کو سرزمینِ بنی اسرائیل بنانے کے ثواب سے کسی کو محروم نہیں کیا جا سکتا مگر ثواب کا بیشتر حصہ حضرت قاضی سُلطان محمود کے نام ہے۔

اصحابِ قال کیساتھ چند در چند اہلِ حال کا ذکر اذکار بھی اس سلسلہ میں ملتا ہے۔ انہوں نے بھی نوگزوں کو انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولاد بتلایا ہے۔ ان حضراتِ رشد و ہدایت میں حضرت گوہر الدین جلیندڑ شریف، حضرت سید نصیب علی شاہ چھالہ شریف حضرت ولی اللہ شاہ کے نام نامی و اسمائے گرامی شامل ہیں۔ قطب العارفین میں جناب نور محمد قادری، سائیں گوہر الدین، حضرت نصیب علی شاہ کو حضرت قاضی سُلطان محمود آوان شریف کے معتقدین میں شامل کرتے ہیں (ص ۲۰۸) اور حضرت ولی اللہ شاہ کو مُرید بتلاتے ہیں۔ (ص ۲۱۲) دیگر حضرات گرامی کے سلسلہ میں بھی حضرت قاضی سُلطان محمود سے وابستگی دِکھلائی جا سکے گی۔

نوگزوں کی دریافت کے سلسلہ میں

اوّلیت بہرحال حضرت قاضی سلطان محمود آوان شریف کو حاصل ہے اور حضرت قاضی سُلطان محمود کی دریافت کشف القبور کی راہ سے تھی۔ دیگر اہل حال بزرگوں کی دریافت کا ماخذ بھی یہی ہے۔ بصورتِ حال کی دریافت کے سلسلہ میں مقاماتِ محمود کا اس حوالہ سے مطالعہ سُود مند ہو سکتا ہے۔

صاحبِ مقاماتِ محمود رقمطراز ہیں:
حکیم غلام مصطفیٰ صاحب گولیکی ضلع گجرات کے رہنے والے بہت بڑے طبیب عالم اور آزاد خیال آدمی تھے۔ حضرت صاحب قدس سرہٗ کا علاج بھی آپ نے وقتاً فوقتاً کیا ہے۔ ایک دفعہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور التجا کی کہ مجھے شرح چغمینی کا ایک مقام سمجھ میں نہیں آتا، سمجھایا جائے۔۔۔ آپ نے اس وقت مُدت سے پڑھنا پڑھانا چھوڑ دیا تھا مگر حکیم صاحب کی خاطر سے فرمایا کہ اگرچہ مجھے اب کچھ یاد نہیں رہا، مُدت کا پڑھا ہُوا بھُول گیا ہوں، مگر جو پُوچھنا ہے پوچھو۔ حکیم صاحب نے مذکورہ کتاب کی ایک عبارت جو بہت مُبہم تھی، جس کا کوئی مطلب نہیں نکلتا تھا پیش کی۔ آپ نے عبارت سُن کر تامّل فرمایا اور کہا، فلاں لفظ سے لیکر فلاں لفظ تک عبارت کاٹ دو، یہ عبارت اصل مصنّف کی نہیں بلکہ الحاقی ہے۔ حکیم صاحب نے ایسا ہی کیا اور مسئلہ مستفسرہ آئینہ کی طرح روشن ہو گیا۔ حکیم صاحب انگشت بدنداں رہ گئے۔

کشف کی ایک صُورت یہ ہے، کہ مشکل علمی مسئلہ صاحبِ کتاب کی رُوح سے استفسار کے بعد حل کیا جاتا ہے۔ کشف کی دُوسری صورت رویائے صادقہ ہیں۔ خواب یا بیداری یا دونوں میں آوازیں سُنی جاتی ہیں جو ہدایت و راہنمائی کے سلسلہ کی کڑی ہوتی ہیں۔ بعض وقت صرف اشارہ ملتا ہے جو کبھی واضح ہوتا ہے کبھی مُبہم مگر جلد یا بدیر مطلب آئینہ ہو جاتا ہے۔

صاحبِ مقاماتِ محمود رقمطراز ہیں:
آپ نے ایک خواب دیکھا کہ کوئی کہہ رہا تھا کہ تمہارا حِصّہ حضرت شاہدولہ کے پاس ہے۔

اس کے بعد پھر وہی خواب دیکھا، جب حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمتہ سے آپ نے بیان فرمایا تو آپ نے بھی تصدیق فرمائی ـــــــ اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر شاہد ولہ کے سپرد کیا۔ (ص)

شرح چغمینی پڑھانے کو حضرت شاہ دولہ کی طرف سے اجازت نہ ہوئی۔ (ص)

آپ نے خواب دیکھا کہ ایک قدآور سیاہ رنگ جوان سامنے کھڑا ہے، اور کہہ رہا ہے کہ شرح چغمینی اور زیچ کو پڑھانے سے توبہ کرو ورنہ زمین کے ساتویں طبقہ سے نیچے اُٹھا کر پھینک دُوں گا۔

(ص)

مطوّل پڑھانے سے خواب میں منع کیا۔ (ص)

شاید بابا عبداللہ غازی ہونگے۔ سخت غصہ میں آکر کہہ رہے تھے، کہ یہ مثنوی مولانا روم اور زیچ کو پھینک دو۔

(ص)

ایک عرصہ بعد حضرت شاہد ولہ علیہ الرحمتہ کا یہ حکم ہُوا کہ مسجد میں امامت کرو اور صحیح بخاری پڑھاؤ۔ (ص)

حضرت غوث بہاؤالحق والدین سپاہیانہ لباس میں نظر آئے اور آپ سے باتیں شروع کیں۔ پہلی نظر میں حضرت صاحب نے نہیں پہچانا، حضرت غوث علیہ الرحمتہ نے ایک بڑے حجم کی کتاب عطا کی اور کہا "یہ راہِ حق ہے"۔ (ص)

گجرات میں ابھی آپ نے چند ہی روز قیام فرمایا تھا کہ اشارہ ہُوا، سوات شریف اپنے پیرومرشد کی زیارت کو جا۔ (ص)

کشف کی ایک صورت میں بزرگوں کی رُوحیں خود بھی چلی آتی ہیں، اپنے مزارات مقدسہ کی نشاندہی کرتی اور حاضری مانگتی ہیں۔ حاضری سے فیوض و برکات روحانی کے دروا ہوتے ہیں۔ صاحب مقامات محمود رقم طراز ہیں:

یہ بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ صرف آپ ہی مزارات پر نہیں جاتے تھے بلکہ اہلِ مزارات کی ارواح مقدسہ بھی آپ کے پاس آکر اپنا اور دوسرے مزاروں کا پتہ دیتی تھیں، اور حاضری کے لیے مشورہ دیتی تھیں: (ص ۱۵۵)

صرف فیوض و برکات میں مسلسل اضافہ ہی نہیں ہوتا بلکہ صاحبانِ مزار کو اب یہ اس قدر عزیز ہوتے ہیں کہ انہیں اجازت

نہیں دیتے کہ کہیں اور جائیں۔

ایک موقعہ پر حضرت شاہ دولہ کے مزار دُربار پر رہتے ہوئے اٹھارہ دن گزر گئے۔ چوہدری اللہ دین ساکن طاہر ضلع گجرات نے، جو آپ کے ہمراہ تھے، عرض کیا کہ آپ کسی اور جگہ تشریف لے چلیئے۔ آپ نے فرمایا کہ حضرت شاہ دولہ مجھے اجازت نہیں دیتے اور کہتے ہیں کہ چالیس دعوتیں کھا کر جانا اور ہر روز ان آدمیوں کے نام بتا دیتے ہیں جن کی دعوت قبول کرنا منظور ہوتا ہے۔ (ص ۱۶۵)

فرمایا: صاحب قبر قدیم ہو یا جدید حتیٰ کہ شیر مست، ہر برزمان، صاحب گجرات بھی میرے حالِ پُر ملال پر اب قدرے توجہ فرمانے لگے اور قرب و جوار میں جو قدیم زمانے کے بزرگوار تھے مثلاً صاحبان شیخ چھوگانی، موٹا، سنجان، چھمب، دیوہ، بٹالہ، پیر سید مکی صاحب کوہ کلاں پیر غیب صاحب آہی اور صاحبان کھڑی، جہلم، پران، طاہر، دھونکل کُل مہربان ہو گئے اور سیالکوٹ کے تمام بزرگوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر مجھ مشتِ خاک اور یتیم الحال کو آب زلال بخشنے لگے، حتیٰ کہ دُور دُور کے بزرگوار

افغانستان سے لیکر ملتان تک اسی طرح نوازش و اکرام فرمانے لگے۔ (ص ۱۶۴)

اگر کوئی ایسی مجبوری، معذوری ہو جائے، یہ روحیں تنہائی کی ساتھی بن کر چلی آتی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ محبوب عالم صاحب مدظلہ، فرماتے ہیں کہ آخری ایام میں جب حضرت صاحب قدس سرہٗ پر بیماریوں کا غلبہ تھا اور کمزوری انتہا کو پہنچ چکی تھی، حضرت صاحب قدس سرہٗ نے پالکی برداروں کو حکم دیا کہ مجھے گجرات لے چلو۔ پالکی بردار تعمیلِ حکم کرتے ہوئے پالکی تو لے آئے مگر آپ کی بیماری اور کمزوری کے پیشِ نظر آپ کا سفر پر جانا پسند نہیں کرتے تھے، اور مجھ سے کہنے لگے کہ آپ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں التجا کر کے انہیں سفر سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ اس حالت میں آپ کا سفر پر جانا خطرے سے خالی نہیں۔ آپ کو الگ تکلیف ہو گی اور ہمیں جو آپ کے وابستگان دامن گیر ہیں الگ تشویش، فکر مندی اور ذہنی کوفت ہو گی۔ لیکن آپ نہ مانے۔ آخر میں نے مزید جرأت سے کام لیکر عرض کی، اب جب کہ آپ چلنے پھرنے

بلکہ ہلنے جُلنے سے بھی اس قدر معذور ہیں
کہ دُوسروں کی مدد کے بغیر کچھ نہیں کر سکتے،
تو یہ رُوحانی بزرگ آپ پر اس قدر مہربانی
بھی نہیں کرتے کہ آپ کو حاضر ہونے سے
مُستثنیٰ کر دیں بجائے کہ آپ ان کے پاس
جائیں، وہی آپ کے پاس آجایا کریں۔ مادّی
قیود سے آزاد ہونے کے باعث ان کے
نزدیک زماں و مکاں کے فاصلے کوئی اہمیت
نہیں رکھتے۔ اس طرح آپ کو بھی تکلیف
نہ ہوگی اور باریابی بھی قسمت میں ہو جائیگی۔
یہ سُن کر آپ بے ساختہ ہنس پڑے اور
پالکی واپس اُٹھالے جانے کا حکم دیا۔

(ص ۱۵۵ — ۱۵۶)

بابا گجراتی کے مزید التفات کے
ذکر میں راوی ناقل ہے کہ آخر زمانہ میں
حضرتِ قاضی صاحب نے اپنی چارپائی
کے پاس ایک اور چارپائی بچھانے کا
حکم دیا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور یہ دُوسری
چارپائی کس کے لیے ہے؟ تو آپ نے
ارشاد فرمایا کہ یہ بابا گجراتی کیلئے ہے۔
کیونکہ میں یہاں اکیلا ہوتا ہوں تو وہ تشریف
لے آتے ہیں۔ اگر دُوسری چارپائی نہ ہو
تو تکلیف ہوتی ہے۔ (ص ۱۶۶)

حال کے ایک اور قادری بزرگ
کے خاص عبادت خانہ میں اعلیٰ درجہ کے
دو صوفے دھرے رہتے ہیں۔ دریافت
پر بتایا گیا کہ یہ تقلید ہے حضرت سیّد
بہاؤالدین گیلانی موسوم بہ شیخ بدر الہند
مرشد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی۔ گویا ارواحِ
مقدسہ کا صورت اختیار کر آنا غیر متوقع نہیں۔

فائدہ کے عنوان سے صاحبِ
مقاماتِ محمود رقم طراز ہیں:

اعتقاد و عمل کے لحاظ سے آپ مجسم
شریعت تھے۔ عالمِ ارواح سے آپ کا بہت
تعلق تھا۔ یہی وجہ ہے کہ زندہ بزرگوں کی
طرح آپ نے ان بزرگوں سے بھی بہت فیض
اُٹھایا ہے جو بظاہر جامۂ ہستی اُتار کر دُوسرے
عالم میں اورنگ نشین ہیں اور یہ امر آپ
کی زندگی میں مابہ الامتیاز تھا۔ (ص ۱۶۷)

اس زمانہ میں حضرت قاضی صاحب
رحمۃ اللہ علیہ کا رُوحانی فیض بہت زیادہ نظر
آتا تھا۔ نصیب والے دُور دُور سے آتے
اور اس آفتابِ نور سے کسبِ ضیا کرتے۔
جب تک یہ آفتاب عالم تاب مطلع انوارِ قدسی
پر درخشاں رہا، لوگ ہدایت پاتے رہے،
جب غروب ہو گیا تو بھی اس کی ضیا پاشیوں

میں کمی نہ آئی کیونکہ اپنے ارادت مندوں سے آپ کی گو جسمانی معیت نہ رہی مگر رُوحانی معیت میں کمی واقع نہ ہوئی بلکہ وہ اور بھی زیادہ قوی ہو گئی۔ (ص ۲۹۰)

جس طرح آپ نے پیر لنگر، حضرت بہاؤالدین ذکریا ملتانی، حضرت شاہدولہ، حضرت پیرے شاہ غازی اور انکے علاوہ دُوسرے بزرگوں کی ارواحِ متبرکہ سے فیض اُٹھایا اسی طرح آپ کی روحانی فیض رسانی جاری ہے اور جاری رہے گی۔ (ص ۲۹۱)

صاحبانِ کشف قدرت رکھتے ہیں کہ جسے چاہیں اس دولتِ بیدار سے مالا مال کر دیں۔

حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے نویں حاضری ہی میں فرما دیا تھا، کہ اگر کبھی دِل تنگ ہو تو گجرات جا کر حضرت شاہدولہ کے مزار پر حاضر ہُوا کرو، راحت نصیب ہو گی۔ (ص ۱۴۳)

صاحب مقاماتِ محمود فرماتے ہیں:

اس فرمان سے کشف القبور کی چابی مِل گئی۔ (ایضاً)

حضرت اخوند صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ سے چالیس روز کا ایک، دس دس روز کے دو چلے کرائے تھے۔ کھانے پینے کی اتنی احتیاط تھی کہ ضعفِ جسمانی بہت بڑھ گیا تھا۔

ان خلوتوں کا اثر یہ ہُوا کہ منتہی طالبعلم آپ سے آئندہ کی باتیں پُوچھتے تھے، اور آپ جو جواب دیتے تھے وہ حرف بحرف صحیح ہوتا تھا کیونکہ غیب الغیب کے انوار سے اسرار منکشف ہونے لگے تھے اور عالمِ ملکوت کے بھیدوں سے آگاہی ہونے لگی تھی۔ (ص ۱۸۲)

آپ اپنے ارادتمندوں میں سے جن کو چاہتے انہیں بھی قبروں پر جا کر فیض حاصل کرنے کا حُکم دیتے تھے۔ حضرت مولوی عبدالرحمٰن مرحوم ساکن پنڈی سرہال بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے ایک وظیفہ بتایا اور اپنے گاؤں کے گرد و نواح کی کسی پُرانی قبر پر حاضر ہو کر پڑھنے کا حکم دیا۔ چنانچہ مَیں وہ وظیفہ پڑھتا رہا۔ اسی دوران میں مجھے یہ آواز آئی کہ ہم تمہاری دعوت کریں گے۔ دعوت یہ ہوئی کہ کچھ بعد مجھے زراعت کیلئے کچھ زمین مِل گئی۔ یہ واقعہ مَیں نے حضرت

قدس سرہٗ کے گوش گزار کیا تو آپ نے فرمایا کہ قبر پر جا کر کہنا کہ اسے بھلے آدمی! دعوت میں صرف رُوکھی روٹی ہی تو نہیں ہوتی بلکہ کچھ نان خورش بھی ہوتا ہے۔ اس پر بھی مَیں نے حسبِ ہدایت عمل کیا اور مجھے پہلی زمین کے علاوہ کچھ چاہی زمین بھی مل گئی اور اور میری گزران فراخی سے ہونے لگی۔ (ص ۱۵۴)

مولوی نیاز محمد خان صاحب وکیل جالندھر اور ٹرسٹی ایم۔ اے۔ او کالج علیگڑھ غریب نواز کے بہت مقرّب سنگی تھے۔ اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ غم نے دل کو دبا لیا۔ مرحومہ سے رُوحانی تعلق قائم کرنے کی درخواست کی۔ یہ شیخ کریم نے منظور فرمالی۔ پھر ان کو کشف القبور میں اتنا ملکہ ہو گیا کہ چلتے چلتے اہلِ مزارات سے اشارے کنائے ہو جاتے تھے۔ فرمانے لگے؛ میں آدم پور کی مجلسِ سماع میں شرکت کیلئے جارہا تھا، راستہ میں حضرت بابا گیتی شاہ نوشاہی کا مزار پڑا۔ سلام کیا، ارشاد ہوا "مارو کالے کُتّے کو ڈنڈا ـــــ" مفہوم سمجھ نہ آیا، چلتے گئے مجلسِ سماع جمی، اتفاقاً ایک شخص مجذوب کا سا حُلیہ بنائے کچھ پی کر آنکھیں سُرخ کئے کالا کمبل اوڑھے مجلس کے عین وسط میں آ بیٹھا اور اوا اتوا بولنے لگا۔ خان صاحب نے پہلے تو تحمّل و تامّل سے کام لیا، پھر یکایک اپنا موٹا ڈنڈہ اُٹھا کر اُس پر برس پڑے حتیٰ کہ وہ بھاگ نِکلا ـــــ اسی کی طرف صاحبِ مزار نے اشارہ فرمایا تھا۔

(ص ۳۳۱)

پہلی جنگِ عظیم میں ایک نیاز مند کا بیٹا خود بخود فوج میں بھرتی جا ہُوا، اور عرصہ تک خط نہ لکھا۔ باپ نے سمجھا کسی محاذ پر کام آ گیا ہے۔ بے قراری میں حضرت خان صاحب (مولوی نیاز محمد خان صاحب) کے پیچھے پڑ گیا ـــــ "میرا بیٹا ـــــ؟؟" حضرت تشویش میں اپنے خلوت خانہ کی کوٹھری میں گھس گئے۔ دیر تک مراقبے کے بعد خوش خوش باہر آئے، کہا بیٹا بفضلہٖ زندہ ہے اور فلاں پلٹن مقیم جہلم میں ملازم ہے۔

(ایضاً)

سائیں مراد بخش صاحب غریب نواز کے ایک خلیفہ تھے۔ کسی نے اُنکا کشف آزمانے کیلئے موضع دھوگڑی میں جہاں اُن کے چند مُرید تھے، ایک خاکروب کی قبر پر جا بٹھایا۔ تھوڑے مراقبے

کے بعد ناراض ہو کر اُٹھ آئے۔ اصرار کرنے پر بتایا کہ مجھے تو اس قبر میں کوئی بزرگ نظر نہیں آیا۔ پہلے آندھی سی یہ چلی، گرد و غبار پھیلا پھر ایک عورت جھاڑو لیے آنکلی۔ (ص ۱۵۴)

مولوی غلام احمد صاحب ساکن باہر وال جو آپ کے عزیزوں میں تھے، اور علم کے سلسلہ میں آپ سے کسبِ فیض کرتے تھے، فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ مَیں گجرات آیا اور نماز سے فارغ ہو کر ایک درس میں شامل ہُوا، جو ایک اہلِ حدیث مولوی دے رہے تھے۔ صاحبِ درس نے فرمایا: ﴿وما انت بمسمع من فی القبور﴾ یعنی آپ انہیں جو قبروں میں ہیں، کچھ نہیں سُنا سکتے ـــــ مولوی صاحب مذکور نے کہا ـــــ مَیں نے سوال کیا کہ یہ آیت کفار سے متعلق ہے۔ صاحبِ درس نے فرمایا کہ آیت بلا شک کفار سے متعلق ہے لیکن کفار مشبہ اور "من فی القبور" مشبہ بہ ہے اور وجہ شبہ دونوں میں عدم سماعت ہے پس تشبیہ میں جو چیز مشبہ کے لیے ثابت کرنا منظور ہُو اس کا مشبہ بہ میں پایا جانا ضروری ہے، خواہ بحیثیت بعض ہی ہو۔

مولوی غلام احمد صاحب یہ سُن کر چُپ ہو گئے اور جب قاضی صاحب سے ملے، تو مندرجہ بالا مسئلہ سوال و جواب سمیت آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے یہ سُن کر فرمایا کہ میں "من فی القبور" کی سماعت کا قائل نہیں کیونکہ وہ ہڈیوں کے ڈھانچہ کے سوا کچھ نہیں۔ میرا تعلق تو اس چیز سے ہے جو غیر فانی ہے اور اس کا تعلق خواہ کم سے کم سہی، اپنے فانی اجسام کے ساتھ باقی رہتا ہے جو ان قبور میں موجود ہوتے ہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم قبروں کی زیارت کو جاؤ "السلام علیکم یا اہل القبور" کہا کرو۔ السلام علیکم کے مخاطب من فی القبور نہیں بلکہ وہ ارواح ہیں جو اجسام کی قیود سے آزاد ہو کر اپنے مفوضہ کاموں کی انجام دہی میں پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو گئی ہیں۔ (ص ۱۵۱ ـــــ ۱۵۲)

مقاماتِ محمود کا چھٹا باب، اہلِ قبور سے کسبِ فیض کے عنوان سے ترتیب دیا گیا ہے۔ حضرت مولف نواب معشوق

یار جنگ بہادر نے امام ابن قیمؒ کی کتاب الروح کا تذکرہ کیا ہے، جس میں زندہ اور مُردہ لوگوں کی روحوں کے بارے میں کتاب اللہ، سنّت، آثار و علمائے اخیار کے اقوال سے دلائل لیے گئے ہیں۔

امام قیمؒ، امام ابنِ تیمیہ کے شاگرد تھے اور الجوزیہ کہلاتے تھے۔ امام عبدالرحمٰن الجوزی اور ابنِ تیمیہ، اہلِ تصوّف سے اختلاف کرتے ہیں، اس لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کتاب کسی خوش عقیدہ عالم کی تالیف ہے۔

کتاب الروح، امام قیمؒ نے اہلِ قبور سے ملاقات کے امکانات پر لکھی ہے۔

صاحبِ مقاماتِ محمود فرماتے ہیں:

"کشف القبور کوئی علم نہیں "فن" نہیں "علم" نہیں جو کتابیں پڑھ کر آجائے۔ یہ ان قلبی واردات میں شامل ہے، جو شیخ کامل کی توجہ سے مُرید کے دِل پر نازل ہوتے ہیں۔

(مقاماتِ محمود، ص ۱۴۳)

۹

جناب حکیم محمد اشرف کا تعلق عالم گڑھ سے ہے۔ عالم گڑھ کے نمبردار، حکیم، زمیندار ڈگری کالج سے فارغ التحصیل جناب حکیم محمدؐ اشرف مطالعہ کا شوق فراواں رکھتے ہیں۔ اسی شوق نے ایک لائبریری کی صُورت میں اظہار پایا ہے۔

قبورِ طویلہ، اورا و مکعیہ اور ادوارِ کلیہ ڈائناسار کے عنوان سے جناب حکیم محمدؐ اشرف کا مقالہ ہفت روزہ "فیملی"، اشاعت جون ۱۹۹۲ء، پھر آئینہ گجرات میں دوبارہ شائع ہُوا۔ اس مختصر مقالہ نے جلالپور جٹاں کے ماہنامہ "نادک" کی اشاعت میں جگہ پائی۔

مقالہ مختصر ہے، مقدمات قائم کرتے کے ساتھ کچھ اخذ نتائج کی کوشش بھی کی گئی ہے۔

خلاصہ مطالب یہ ہے:

انبیائے مرسل کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتلائی گئی ہے۔ اس کے معنی بے شمار نبی بھی ہو سکتے ہیں۔ نبی ہر قوم و ملّت، ہر دیس کیطرف بھیجے گئے تھے۔

ہر دَور میں دُنیا بنتی بگڑتی رہی ہے، ان ادوار کی تعداد ۶ / ہے۔ ہر دَور کو

قرآن میں "یوم" کہا گیا ہے۔ پچاس ہزار برس کا "یوم" بھی قرآن میں بتلایا گیا ہے۔

حضرت امیر المومنین علی ابنِ ابی طالب علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آدم سے ۲ ہزار برس پہلے دُنیا میں کون آباد تھا؟ فرمایا: آدم! اس نے سوال تین بار دہرایا۔ جواب ملا آدم، فرمایا سوال ۳ ہزار بار دُہرایا جائے تو بھی جواب ہے "آدم"۔

اس روایت سے دُنیا کی قدامت کا اندازہ ہوتا ہے۔

اہلِ ہنود ۴ جُگ مانتے ہیں۔ ہر جُگ کے بعد "قیامت" قائم ہوتی ہے۔ پھر نیا جُگ شروع ہوتا ہے۔ ایک جُگ لاکھوں برس پر محیط ہوتا ہے۔

ہماری زمین ابتدا میں گھنے جنگلوں، دلدلوں، پانیوں سے پٹی پڑی تھی۔ جنگل تیز آندھیوں سے دلدلوں میں دب کر پتھر کا کوئلہ اور کیڑے مکوڑے اور دیگر ننھی مخلوقات مٹی کا تیل بن گئے۔

زمین پر بڑے بڑے جانور تھے۔ یہ دیو ہیکل جانور ختم ہو گئے۔ اب ان کے ڈھانچے جوڑ کر عجائب گھروں میں رکھے گئے ہیں جو وجہ حیرت ہیں۔

طوفانِ نوحؑ نے دُنیا کا ایک دور ختم کیا۔ طوفان کا ذِکر دُنیا کی ہر قوم میں ملتا ہے۔

آثارِ قدیمہ کے ماہر اور محقق چارلس برلٹز کی ۲ کتابوں کے حوالے سے جناب حکیم محمد اشرف میکسیکو کے قدیم عقیدے کی طرف اشارہ کرتے ہیں، جس کے مطابق دُنیا ۳ بار ختم ہوئی۔ (۱) سیلاب سے، (۲) زلزلوں سے اور (۳) فضائی آفات آندھیوں سے، اب چوتھا دور ہے، اس میں دُنیا ایٹمی اسلحہ کی آگ میں جل بجھنے کے بعد ختم ہو جائے گی۔

ہر دور تقریباً ۵۰ ہزار برس کا ہے۔ ۵۰ ہزار برس کے بعد پہلی تہذیب تباہ ہو جاتی ہے۔

ہندو عقائد کے مطابق دُنیا کا خاتمہ ۴ بار ہو چکا ہے۔

چار ادوار کے فلسفہ کی تائید علم

نجوم سے بھی ہوتی ہے۔

اپنی مختصر بحث سے جناب حکیم محمد اشرف نے یہ نتائج اخذ فرمائے ہیں:

۱۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ہر دور میں، ہر ملک و ملت میں انبیأ مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ (اس لیے سرزمینِ گجرات انبیائے کرام کی سرزمین ہو سکتی ہے۔)

۲۔ یہ بات قرینِ قیاس ہے کہ کسی دور میں انسان کا قد کافی طویل ہوگا۔

۳۔ قبورِ طویلہ، نوگزی قبروں کو انبیائے کرام سے منسوب کرنا اور منسوب ہونا خلافِ عقل و نقل نہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضرت آدمؑ کا قد ساٹھ ہاتھ لمبا بنایا تھا۔

۴۔ قرآن حکیم کے مطابق انسانوں اور جنات دونوں میں انبیائے کرام مبعوث ہوتے رہے ہیں۔ (سورہ انعام۔ ۱۳۱) اس لیے ممکن ہے کہ یہ انبیاء قوم جنات سے ہوں جیسا کہ مصنف آئینہ گجرات نے "عہد دیواں اور خطۂ گجرات" کے باب میں بیان کیا ہے۔

جناب عابد حسین نجم مدیر شہیر ماہنامہ "ناوک" نے دعویٰ کیا ہے، کہ مضمون نگار جناب حکیم محمد اشرف نے ایک نئے زاویہ سے مسئلہ پر بحث کی ہے جو عقلی بھی ہے اور تاریخی بھی۔

مسلمانوں کے نزدیک ادوار "یوم" ۶ ہیں، ایک یوم ۵۰ ہزار برس کا ہوا۔ اس حساب سے دُنیا کی کُل عمر ۳ لاکھ برس ہوتی ہے۔

اہلِ ہند نے ۴ جُگ مانے ہیں۔ ایک جُگ لاکھوں برس پر محیط بتلایا گیا ہے۔ ایک جُگ دس لاکھ برس پر محیط فرض کریں، دُنیا کی عمر اس حساب سے ۴۰ لاکھ برس ہوئی۔

سائنس دانوں کا دعویٰ ہے، کہ آج سے ۶۵ ملین برس قبل زمین کے گرد مادہ کے بڑے بڑے گھومنے والے ٹکڑوں میں سے، جنہیں ’’اسٹرائڈ‘‘ کہتے ہیں، ایک ٹکڑا زمین سے ٹکرا گیا تھا، جس کی وجہ سے زمین پر دیو ہیکل جانوروں کی نسل ختم ہوگئی تھی۔ ان دیو ہیکل جانوروں کے ڈھانچے اب ملتے ہیں مگر اس دریافت سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ اُس دور کا آدمی بھی لازمی طور پر اپنی جسامت میں جن یا

دیو ہوگا، بلکہ یہ بھی نا ید بات ہے کہ آدمی اس دور میں ضرور موجود تھا۔ دیو ہیکل جانوروں کے ڈھانچوں کے ساتھ انسانی ڈھانچے دریافت نہیں ہوئے۔ بعض اوقات انہیں دیو ہیکل جانوروں کی ہڈیوں کو انسانی ہڈیاں بنا دیا گیا، یہ زور و زبردستی کی بات ہے۔ مگر اسی طرح سے یقین دلایا جا سکتا تھا، کہ قبورِ طویلہ، نوگزی قبریں انہیں انسانی دیوؤں جنوں کی ہیں۔

سائنسی نقطۂ نظر سے ڈارون کا نظریہ ارتقاء نے مناسب حک و اصلاح اور اضافہ کے بعد ناقابلِ تردید حقیقت کا روپ دھار لیا ہے۔ سیاست میں ارتقاء، ادب، سائنس میں ارتقاء، مذہبی ارتقاء تک کی باتیں بڑے اعتبار و اعتماد کے ساتھ کی جاتی ہیں۔ یہ عجیب و غریب بات معلوم ہو گی کہ جنوں، دیوؤں کی ارتقائی شکل بولو الہ یعنی دورِ حاضر کے آدمیوں کی صورت میں ہمارے سامنے موجود فرض کی جائے، اس کی مثال ایسی ہی ہو گی کہ اکبر بادشاہ کے ہاتھی رام لال اور بہادر شاہ کے ہاتھی مولا بخش کے ساتھ ایک بکری کے برابر ہاتھی (اگر ایسا ممکن ہو) لا کھڑا کریں اور کہیں، یہ رام لال اور مولا بخش کی ارتقائی صورت ہے۔

اس بحث مباحثہ کا یہی مشکل پہلو ہے، قبریں نوگزی ہیں۔ قبورِ طویلہ ہی ان کیلئے موزوں نام ہے، پھر کہیں ایک قبر ہے کہیں ملحقہ یا ذرا فاصلہ پر دوسری اور تیسری۔ سبز پنڈ میں چھ قبریں ہیں۔ چنانچہ کہا گیا یہ قبریں نمائشی ہیں۔ جناب احسان قریشی قادری کی یہی رائے ہے۔ پھر انہیں انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کی قبریں بتلایا گیا جنہیں کشف القبور کے ذریعہ چند در چند صاحبانِ رشد و ہدایت نے تحقیق فرمایا۔ یوں کشف و کرامات پر ایمان پختہ تو ہوا، جو وجہ تسلی ہو سکتا ہے مگر انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کی قبریں نوگزی کیوں ـــــ؟ جناب حکیم محمد اشرف نے فرمایا: ان قبروں کو انبیائے بنی اسرائیل سے منسوب کرنا خلافِ عقل و نقل نہیں۔ حضرت آدمؑ کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا مگر معلوم ہوتا ہے، کہ خود جناب حکیم محمد اشرف کو اطمینان نہ ہو سکا۔ فرمایا: ہو سکتا ہے کہ یہ انبیائے جنات کی قبریں ہوں۔ گواہی کے طور پر جناب حکیم محمد اشرف نے جناب کرامت اللہ

کی کتاب آئینہ گجرات باب سرزمینِ گجرات اور عہدِ دیواں کا حوالہ دیا۔

انبیائے جنات کے سلسلہ سورہ انعام کا حوالہ کافی تھا۔ سوال یہ ہے کہ آیا......

جناب محمد اشرف نے سوچا ہے کہ انبیائے جنات کی قبریں ہماری دُنیا میں ان کی آبادیاں کروڑوں برس ہوئے مٹ مٹا جانے کے بعد کس طرح قائم و دائم رہیں، اور کروڑوں برس سے قائم و دائم ہیں۔

قبورِ طویلہ، لمبی نوگزی قبریں اتنی قدیم ہیں، ایسا معلوم نہیں ہوتا۔ جناب حکیم محمد اشرف ایسا سمجھتے ہوں تو کوئی ثبوت ان کے پاس ہوگا، جناب شیخ کرامت اللہ کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں تھا۔

۱۰

جناب ایم زمان کھوکھر نے قانون دان اور وکیل کی حیثیت میں اپنے دعویٰ کو یوں ترتیب دیا ہے:

۱۔ سرزمینِ گجرات قدیم ترین تہذیبوں کی امین ہے، جس کے آثار ضلع کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے ہیں۔

سرسید احمد خان نے گجرات کو خطۂ یونان کہا۔ یہاں سیاستدانوں، عالموں، فاضلوں، دانشوروں کی بہتات ہے۔

اس سرزمین کے ماتھے کا جھومر راجہ پورس تھا اور عہدِ جدید میں ۲۳ نشانِ حیدر کا تعلق گجرات سے ہے۔

حُسن و محبت کی کہانیوں نے گجرات میں جنم لیا ہے۔

اولیائے کرام کا روحانی فیض ہر سمت جاری و ساری ہے۔

۲۔ گجرات میں انبیائے بنی اسرائیل کے مزارات ہیں۔

۳۔ حضرت قاضی سلطان محمود، حافظ شمس الدین گلیانوی، خواجہ گوہر الدین، حضرت پیر نصیب علی شاہ نے تصدیق و تائید فرمائی ہے۔

۴۔ حضرات خیر و برکت، رشد و ہدایت کی تصدیق و تائید کی بنیاد کشف القبور ہے۔

۵۔ مقاماتِ محمود، انوار الشمس کے علاوہ آئینہ گجرات، گجرات بر عہد قدیم و جدید، دیگر اہلِ تحقیق کے تذکروں، مقالوں میں ذکر اذکار موجود و معلوم ہے۔

۶۔ قبورِ طویلہ، نوگزی لمبی قبروں کی

گجرات میں موجودگی کی وجہ گجرات کا محل وقوع ہے۔

۷۔ نوگزوں کی نشاندہی میرزا غلام احمد قادیاں نے نہیں کی۔ اس سلسلہ میں سیالکوٹ کے احسان قریشی صابری کا بیان غلط ہے۔ (جناب ایم۔ زمان کھوکھر نے "جھوٹ" لفظ کا اضافہ بھی فرمایا ہے۔)

۸۔ نوگزوں کے مزارات پر وقت کے اولیائے کرام حاضری دیتے رہے ہیں۔

۹۔ ان مزارات کے اردگرد ٹیلے ٹبے قدیم آبادیوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔

۱۰۔ انبیائے بنی اسرائیل اور ان کی اولادوں کے مزارات کے قریب خواجہ حفیظ اللہ، سائیں گوہر شاہ اور آوان شریف کے دربار دُربار موجود ہیں، جہاں سے ان انبیائے بنی اسرائیل کے روحانی فوائد، تاحال چشمہ ہائے فیوض و برکات کی صورت میں جاری و ساری ہیں۔

۱۱۔ جناب ریاض بٹالوی نے روایت بیان کی ہے کہ حضرت شمس الدین گلیانوی کو دورانِ سفر قیام بڑیلہ شریف کے درختوں کے جھنڈ میں عجیب خوشبو محسوس ہوئی۔ فرمایا۔ یہاں یقیناً کسی نبی کا مزار ہے۔

حضرت شمس الدین گلیانوی کو افسوس تھا کہ انہیں یہ دولتِ بیدار اس وقت ملی، جب انکا جاتا ٹھہر گیا ہے۔ . . . . . علاقہ میں قحط کے آثار تھے، فرمایا مٹی ڈال کر قبر نبیؑ کو نمایاں کرو۔ . . . . . پھر بارانِ رحمت کا نزول ہوا۔

جناب ریاض بٹالوی نے حکایاتِ اولیا میں مشہور حکایت جسے تذکرہ نویسوں نے نقل کیا ہے، سنائی (جناب ایم۔ زمان کھوکھر نے ایمان تازہ کرنے کیلئے بار دیگر اسے دہرایا)، نقل ہے۔ امساکِ باراں کے زمانہ میں اہلِ اسلام کی دعائیں بے کار، بے فائدہ رہیں، البتہ پادریوں نے دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے تو بادل گھر آئے، یہی ان کے دین عیسائیت کے برحق ہونے کی دلیل سمجھا گیا۔ حضرت امام جعفر صادق آلِ محمد صلوٰۃ اللہ میدان میں تشریف لائے، پادری کو قریب بلا کر اُس کی مٹھی سے ہڈی لے لی ـــــ فرمایا: "اب دعا کرو، یہ کسی نبی کی ہڈی ہے جس کے طفیل بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے۔"

۱۲۔ مجاور اور دیگر مسلمان اہلِ تحقیق، بڑیلہ شریف میں حضرت ... رضی اللہ ...

فرزندِ ارجمند، حضرت قنبیط علیہ السلام کی قبر بتلاتے ہیں۔ ہندوؤں کی کتابوں میں صاحبِ قبر کا نام منوسہوست بتلایا گیا ہے جس کے معنی "صاحبِ کشتی" ہے۔ یہی حضرت نوحؑ کے اسمِ گرامی کے معنی بھی ہیں۔

۱۳۔ طوفانِ نوحؑ کے بعد حام کی اولاد برِ صغیر پاک و ہند میں پھیلی، بحوالہ آئینہ گجرات جناب ایم زمان کھوکھر رقم طراز ہیں:

گجرات کے باشندے حام کی اولاد ہیں اور حامیوں نے گجرات کے نواح میں بڑی بڑی عمارات و محلات تعمیر کرائے۔

شہروں اور مزارات کی صورت میں ان کے نشانات یہاں کے وسیع و عریض علاقہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بڑیلہ شریف کے قریب مٹی کے بڑے بڑے ٹبے اور ٹیلے اِس امر کے گواہ ہیں کہ یہاں کبھی اولادِ آدم کی عالیشان بستیاں آباد ہوں گی۔

۱۴۔ جناب ایم زمان کھوکھر انبیائے بنی اسرائیل اور ان کی اولادوں سے چند نام گنواتے ہیں۔ فرمایا:

ان کو عبرانی ناموں سے پکارا جاتا ہے، البتہ فارسی عربی لب و لہجہ کے سبب یہ نام اپنی اصلی حیثیت کھو بیٹھے ہیں۔ اگر ان ناموں پر تحقیق کی جائے تو اصل نام سامنے آجاتے ہیں اور صحیح صورتِ حال کا پتہ چل سکتا ہے۔

۱۵۔ گجرات کے آس پاس جن اصحابِ قبور کی نشاندہی کی گئی ہے، اگرچہ عیسائیوں کی مقدس کتاب بائیبل سے ان ناموں کی تصدیق نہیں ہوتی لیکن باور کیا جاسکتا ہے کہ عبرانی زبان کے یہ نام عربی، فارسی اور سنسکرت میں ڈھل کر بدل گئے ہوں گے۔ البتہ حضرت آمنوں کا نام اس حوالے سے ملتا ہے جو داودؑ کے بیٹے جزون میں پیدا ہوئے تھے، تواریخ کے باب میں ان کا نام "آمنوں" ہی بتایا گیا ہے۔ بائبل میں آمنوں کا ذکر متعدد بار آیا ہے، جہاں تک طانوخ کا ذکر ہے تو یہ لفظ طالوت ہی ہوسکتا ہے۔ بنی یہواہ میں سے ایک مرد کا نام ذنوخ تھا۔ کیا خبر یہی ذنوخ بعد میں ظانوخ بن گیا ہو۔

۱۶۔ ان کے شجرہ نسب راقم (جناب ایم زمان کھوکھر) کے پاس محفوظ ہیں۔ ان کی حقیقت اہلِ بصیرت، تصوف و معرفت

والے ہی جان سکتے ہیں۔

۱۷۔ ایک جغرافیہ دان کے بقول اتنی بڑی پرکار جس کا ایک سرا خانہ کعبہ پر، دُوسرا دمشق پر رکھا جائے اور اس کو جانب مشرق دائرہ کی صورت میں گھمایا جائے، تو اس خطہ کے اندر جتنے بھی علاقے آئیں گے وہ کوئی نہ کوئی نبی، وصی اور ولیِ خُدا کی جائے استراحت ہو گا۔ اس نصف دائرہ میں برصغیر پاک و ہند کی سرزمین بھی آتی ہے۔

۱۸۔ تاریخی اور دینی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت آدم کو جنت سے نکالا گیا تو وہ سراندیپ میں "نور" کے مقام پر اُترے جبکہ حضرت حوّا کو جدہ میں اُتارا گیا ــــ حضرت آدمؑ "صفا" پر اور حضرت حوّا "مروہ" پر قیام پذیر ہوئیں۔

۱۹۔ تفسیر ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ اس ملاپ کے بعد واپس سراندیپ چلے گئے۔ حضرت آدمؑ نے ہند سے چالیس پیدل حج کئے اور ان کی اولاد حجاز اور ہندوستان کے درمیان خوب پھلی پھُولی، اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا غلط نہیں، کہ حضرت آدمؑ کے بیٹے آغاز دُنیا سے ہند میں آباد ہو گئے۔ کون جانے کہ بکھری ہوئی لمبی قبریں ان ہی میں سے کسی کی ہوں۔

۲۰۔ گجرات کی مرکزی جامع مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں کھُدائی ہوئی تو زیرِزمین ایسے انسانی ڈھانچے ملے، جن کے قدوقامت عام انسانوں سے غیر معمولی طور پر طویل تھے۔

۲۱۔ ایک روایت یہ ہے کہ نوحؑ کے بیٹے سام اور حام کے بیٹے "ارم" کی اولاد میں سے ایک شخص "کاشر" تھا۔ ثمود، جدیں، جرموق اگرچہ عذابِ الٰہی کا نشانہ بن گئیں لیکن بنی جرموق کی ایک شاخ رعد کے عذابوں سے قبل سرزمینِ حجاز سے نکل آئی اور کشمیر میں آن بسی ــ یہ نیکوکار لوگ تھے اور انھوں نے اپنے جدِ امجد کے نام پر کشمیر کو آباد کیا۔ بعد میں بنو اسحاق بھی یہاں پہنچ گئے اور کنعانی کہلائے اور یہی لفظ بگڑتے بگڑتے کنا ہی ہو گیا۔

۲۲۔ مشرقِ وسطیٰ سے سرزمینِ ہند چونکہ خشکی کے ذریعہ بھی ملی ہوئی ہے، لہٰذا اولادِ نوحؑ قافلوں کی صورت میں زیادہ تر اسی طرف آئی اور یہیں قیام پذیر ہو گئی۔

۲۳۔ پٹھانوں کے قبیلہ جھمند کا دعویٰ ہے کہ وہ حضرت جالوت کے نسب سے

ہیں اور اُن کے جدِ امجد نے رحمت العالمینؐ کے عہد میں اسلام قبول کیا تھا۔

۲۴۔ ایک روایت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ وادیٔ کشمیر کے باشندے حضرت یوسفؑ کے بیٹے کی اولاد ہیں، اور اُن کا سلسلہ نسب حضرت یعقوبؑ سے ملتا ہے۔

۲۵۔ اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں کہ ان قبروں کے مکین پیغمبروں کی سرزمین فلسطین، حجاز، عراق اور دمشق سے تبلیغِ دین کی خاطر نکلے اور پوری دُنیا میں پھیل گئے۔

۲۶۔ ویسے تو ہندوستان میں بنو عدنان اور اولاد اسماعیلؑ اونٹوں پر تجارت کرتے تھے اور شمالی ہندوستان تک پہنچتے تھے۔

۲۷۔ برِ صغیر کے علاوہ گجرات میں بیشتر مقامات پر پانی کے تالابوں کے قریب لاتعداد لمبے پختہ تعمیر شدہ مزار ہیں۔

۲۸۔ صدیاں گزر جانے کے باوجود مقامی افراد نے روایات کو زندہ رکھا ہے۔

۲۹۔ اس بحث سے قطع نظر یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ سرزمین ہند نبیوں کا مدفن ہے۔

۳۰۔ حضرت مولانا احمد علی لاہوری کو علم کشف القبور پر عبور حاصل تھا۔ ان کے حوالے سے روایت بیان کی جاتی ہے، کہ مولانا نے سرہند شریف میں دو نبیوں کے مرقد کی نشاندہی کی تھی، فرمایا تھا، کہ انھوں نے مذکورہ قبروں سے نُور کی شعاعیں پھوٹتی ہوئی دیکھیں جو آسمان تک جاتی تھیں۔

۳۱۔ اس خطۂ ارضی پر نبیوں کی تدفین کی سب سے بڑی اور سچی گواہی ختم المرسلین آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ہے۔ حضورؐ کی ایک حدیث ہے کہ مجھے سرزمینِ ہند کی طرف سے خوشبو آتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ خوشبو رسولوں کے پاک جسموں کی ہی ہو سکتی ہے۔

قبور طویلہ، نوگزی، لمبی قبریں دلچسپ موضوع ہے، مگر جب بھی کسی نے اس موضوع پر قلم اُٹھایا ہے، اپنے بڑے مضمون کا حصہ بنایا ہے نوگزوں کا ذِکر مقاماتِ محمود میں ضمناً آیا ہے۔ یہی حال دُوسری کتابوں کا ہے۔ البتہ جہاں گجرات اور گجرات کی تاریخ کا ذِکر ہے، نوگزے فراموش نہیں کیئے گئے۔

جناب ایم زمان کھوکھر نے اپنے ہفت روزہ "آئینہ" میں اشتہار دیا تھا "گجرات سے متعلق تاریخی کتاب،

"گجرات تصاویر کے آئینہ میں" ترتیب دی جارہی ہے۔ یہ کتاب محقق، صحافی، ادیب ایم۔ زمان کھوکھر ایڈووکیٹ مرتب کر رہے ہیں۔ یہ کتاب آثارِ قدیمہ، مزاراتِ اولیاء، لمبی قبروں، خانقاہوں، مساجد، تاریخی عمارات پر مشتمل ہوگی۔ کتاب باتصویر ہوگی، جس میں قبل از مسیحؑ اور بعد از مسیحؑ، ہندوں کے دور، عہدِ سلاطین، مغلیہ دور، انگریزوں اور سکھوں کے عہد، دورِ آزادی کے بعد کے حالات و واقعات پر مشتمل ہوگی۔ کتاب جلد منظرِ عام پر آرہی ہے۔

خیال تھا جناب اسحاق آشفتہ کی کتاب "گجرات کی بات" کے بعد شاید اور چراغ نہ جلایا جا سکے اور جناب ایم زمان کھوکھر کا پروگرام، پروگرام ہی رہے، لیکن معلوم ہوتا ہے جناب ایم زمان کھوکھر کام کو مسلسل بڑھاتے رہے ہیں۔ پہلے انہوں نے اس سلسلہ میں ماہنامہ "حکایت" کیلئے مقالہ لکھا، جسے بعد ازاں ہفت روزہ "فیملی" لاہور میں شائع کیا گیا۔ یہ ۱۹۹۱ء کی بات ہے۔ آئینہ کے ایک شمارہ میں

طویل مقالہ کا موضوع "سرزمینِ گجرات میں چار انبیائے بنی اسرائیل مدفون ہیں" تھا۔ آئینہ کے ایک اور شمارہ میں آفتاب رشد و ہدایت "سرکار بڑیلہ شریف کا تذکرہ ہے۔ آئینہ کی ایک اور اشاعت خصوصی "حضرت قطب الارشاد" نمبر ہے، مقالہ روزنامہ جذبہ "ہزارہ مغلاں" مندرجہ بالا کے علاوہ بھی اُمید کی جاسکتی ہے کہ جناب ایم زمان کھوکھر نے اور بھی لکھا ہوگا جس تک تاحال رسائی نہیں ہو سکی۔

گجرات کے موضوع پر اہلِ تحقیق نے چند در چند باتوں کو طے سمجھ لیا ہے۔

۱۔ گجرات کی سرزمین قدیم ترین سرزمین ہے۔ آدم اور بنی آدم سے پہلے یہاں دیوؤں، جنوں کی بستیاں آباد تھیں ــــــ قبور طویلہ، نوگزی لمبی ان کی قبریں ہو سکتی ہیں۔

۲۔ نوگزے انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کے مزاراتِ مقدسہ ہیں۔

۳۔ اس دریافت کی بنیاد کشف القبور ہے۔ اس سلسلہ میں بڑے مکرم و محترم نام لیے جاتے ہیں، کوئی وجہ نہیں کہ ان بزرگوں نے درست بات نہ کہی ہو۔

۴۔ اولیا، اوصیا کو "محفوظ" خیال کیا

جاتا ہے، جس کے معنی غلطی و خطا سے محفوظ و مبرّا ہیں۔ یہ اعتقاد قدیم تہذیبی ورثہ کا حصّہ ہے۔ لاشعوری طور پر اب بھی سمجھا جاتا ہے کہ ان بزرگوں کے ارشادات گرامی کے سلسلہ میں تلاش، طلب و تحقیق بے اَدبی ہے۔

جناب ایم زمان کھوکھر کے مقالہ کے ابتدائی حصّہ سے گجرات کی سرزمین قدیم ترین تہذیبوں کی امین ہے۔ گجرات خطّہ یونان ہے، گجرات قدیم و جدید بہادروں، وطن دوستوں کی سرزمین ہے۔ یہاں محبّت کی لافانی کہانیوں نے جنم لیا ہے۔ یہاں اولیائے کرام کا رُوحانی فیض جاری و ساری ہے، تاثر یہ اُبھرتا ہے کہ اسی لیے انبیائے بنی اسرائیل یا اُن کی اولادوں کے مدفن بھی گجرات میں ہیں اور ہونے چاہئیں۔

یہ دلیل ایسی زیادہ وزنی معلوم نہیں ہوتی۔

اور ــــــ انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کی نوگزی قبروں کی دریافت چند در چند صاحبانِ رشد و ہدایت نے کی ہے جن کے ناموں کی امانت و دیانت قسمیں کھا سکتی ہے۔

یہ دریافت کشف القبور کے ذریعہ سے ہوئی ہے، اس کی "پڑتال" نہیں کی جا سکتی، اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ بڑے اعتماد و اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ کوئی وجہ نہیں کہ ان بزرگوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہو۔

یہ مسئلہ کا ایک پہلو ہے۔

دُوسرا پہلو یہ ہے کہ مذاہب عالم "مشنری" بدھ مت، عیسائیت اور اسلام ہیں، یہودیت سرے سے مشنری مذہب نہیں جیسا کہ یہودیت کے ضابطہ حیات کے حوالے سے دِکھلایا گیا ہے، سوال یہ ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل کس سلسلہ میں سرزمین گجرات میں تشریف لائے؟ میرزا قادیاں کا جواب ہے کہ ۷۲۱ قبل مسیح یہودی آوارہ وطن ہوئے، مشرق میں انہوں نے بستیاں بسائیں، حضرت عیسیٰؑ انہیں "بھیڑوں" کو یکجا کرنے کیلئے مبعوث ہوئے تھے۔ سرینگر کے محلہ خانیار میں حضرت عیسیٰؑ کی قبر شریف موجود ہے۔

مگر ــــــ یہ قبر یوز آسف کی ہے، جو عیسیٰؑ نہیں اور عیسیٰ یوز آسف

نہیں۔

کہا گیا۔ ۔ ۔ ۔ کہ یہودی پہلے ہندو پھر بدھ ہوئے، انہیں کی بستیوں میں انبیائے بنی اسرائیل تشریف لائے، تاکہ انہیں دوبارہ آبائی دین و ایمان پر لے آئیں۔ یہودیوں نے پُرانی عادات کیمطابق کسی نبی مرسل کی ہدایت و احتیاط پر کان نہیں دھرے چنانچہ سب نیست و نابود کر دیئے گئے۔ جناب ایم زمان کھوکھر، قبور طویلہ نوگزی قبروں کے آس پاس ٹبے ٹیلوں کو ان تباہ و برباد شدہ بستیوں کی نشانیاں سمجھتے ہیں۔

اہلِ علم و دانش، صاحبانِ تحقیق و تفتیش میں سے کسی نے نہیں سوچا کہ اگر یہودی ہندو یا بُدھ ہو گئے تھے تو ہندو یا بدھ مُردوں کو دفن نہیں کرتے، جلاتے ہیں۔ کہیں کسی ایک مرگھٹ کی نشاندہی تو آج تک ہو جانی چاہیئے تھی

اگر یہودی، یہودی رہے، انبیائے بنی اسرائیل کی "مشنری کارروائیاں" بے سُود بے فائدہ رہیں۔ ان سے بے پروائی کی بنا پر بربادیاں (جو نیکی کی راہ ترک کرنے کا نتیجہ ہوتی ہیں) ان کا مقدر ہوئیں جو ہر طرف ٹبوں، ٹیلوں کی صُورت میں نظر آتی ہیں، تو کھدائی کرنے پر کئی موہنجو داڑو، کئی ہڑپا، کئی ٹیکسلا دریافت ہونے چاہئیں وسیع قبرستان بھی ملنے چاہئیں یا کسی دُوسرے پومپیائی کا منظر ہماری نظروں کے سامنے ہونا چاہیئے۔ اگر یہودی بستیاں قحط، وبا، زلزلہ کسی عذاب الٰہی سے مٹ گئیں ـــــ ٹبے ٹیلے برباد شدہ بستیوں کی یادگار ہیں، وثوق سے نہیں کہا جا سکتا۔

جنگلوں، دریاؤں اور پہاڑوں کے دامن میں یہ علاقے ہزار ہا برس سے مسلسل بدلتے زمانوں اور ارضی تغیّر و تبدل کی زد میں رہے ہیں۔ یہ سب شکست و ریخت، یہ ٹبے ٹیلے اسی کا نتیجہ ہو سکتے ہیں۔

منظرِ پاکستان کے حوالے سے لداخ کے شمالی علاقہ میں دریائے سندھ کے پانیوں نے ایک زمانہ میں جھیل کی شکل اختیار کر لی تھی جو بالآخر خشک ہو گئی۔ وہاں ایسے ہی ٹبے ٹیلے دیکھے جاتے ہیں جیسے یہاں ہر طرف موجود ہیں۔

سکندرِ اعظم کے حملہ (۳۲۷ ق م)
کے ساتھ ہندوستان تاریکی کے گہرے
پردوں سے نکلتا ہے مگر ہندوستان میں
سکندر کے حملہ سے بہت پہلے سیاح
آتے رہے ہیں۔ چند ایک نام یہ ہیں:

سٹریبو
پلائنی
الکیس
ڈیونیس

ان کی کتابیں دستیاب ہیں۔ سمتھ نے
اپنی تاریخِ ہندوستان میں اُن سے
اقتباسات انگریزی ترجموں کی صورت
میں دیئے ہیں۔

سکندرِ اعظم کے ہمراہ ایک گروہ
مؤرخین وارد ہندوستان ہوا۔ سکندر
کے ساتھ مؤرخوں کے علاوہ قبل مسیح
اور بعد مسیح مختلف صدیوں میں چینی سیاح
سورج کی سرزمین آئے، جہاں بدھ کا
چاند چمکا تھا۔ سب کے سفرنامے دستیاب
ہیں۔ کسی مورخ، کسی سیاح نے کسی جگہ
یہودی بستی کا ذکر نہیں کیا۔

البیرونی کی کتاب الہند کا اُردو
ترجمہ انجمن ترقی اُردو نے شائع کیا ہے
مگر کہیں اشارتاً بھی یہودیت، یہودیوں
یا اُن کی بستیوں کا ذکر نہیں ہے۔

سمتھ، ہیول، موجمدار، ایشوری
پرشاد اور دیگر انگریز یا ہندو مورخوں
کی مستند کتابیں موجود ہیں۔ یہ تسلیم
کرنے میں تامل بلا جواز نہیں کہ یہ مزارات
انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں
کے ہیں، اور ارد گرد کے ٹیبے ٹیلے یہودی
بستیاں ہیں جو ان بربادیوں سے بدل
گئی ہیں۔

جناب ایم زمان کھوکھر نے انبیائے
بنی اسرائیل کے ناموں کے سلسلہ میں
دعوتِ تحقیق دی ہے۔ عربی فارسی لہجہ
کی وجہ سے یہ عبرانی نام کچھ سے کچھ ہو
گئے ہیں، جس کی وجہ سے جناب ایم زمان
کھوکھر فرماتے ہیں کہ یہودیوں کے مستند
ریکارڈ، پرانے عہد نامہ میں ان کے نام
پہچانے نہیں جاتے، البتہ ایک نام آمنون
ہے۔ آمنون کا نام جناب ایم زمان کھوکھر
فرماتے ہیں، کتاب "تواریخ" کے علاوہ
پرانے عہد نامہ میں کئی جگہ آیا ہے۔

پُرانے عہد نامہ میں کتاب تواریخ
(۱) حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت داؤد علیہ السلام تک آتی ہے۔ بنی اسرائیل اور انبیائے بنی اسرائیل کی آمد آمد ہندوستان ۷۲۱ ق م سے بہت بعد ہی ممکن ہو سکتی تھی اور کتاب تواریخ میں بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں اور اولادوں کا ذکر اذکار زیادہ تر شجروں کی صورت میں کئی ہزار برس قبل مسیح کا ہے۔ ۷۲۱ قبل مسیح سے کئی سو برس بعد گجرات والے آمنون کتاب تواریخ والے کئی ہزار برس قبل مسیح والے آمنون کیسے ہو گئے۔
تحقیق و تفتیش میں حرج نہیں مگر اس راہ کی مشکلات بہرحال پیش نظر رہنی چاہئیں۔

۱۔ لب و لہجہ میں فرق کے باوصف کچھ نام قابل شناخت رہتے ہیں مثلاً ارسطالیس، دیوجانس، فیثا غورث۔ مگر پلیٹو، افلاطون اور گیلن، بقراط کیسے ہُوا؟

۲۔ "ہرمس" مصری تھے جنہیں "ارمس" کہا گیا جیسے ارمیس سے معرب فرض کیا گیا۔ مصر و یونان میں ارمیس، طرمیس بن گیا۔ عبرانیوں میں خنوخ ہُوا جو عربوں نے خنوخ یا اخنوخ لکھا، کاتبوں نے شاید اخنوع لکھ دیا ــــ قرآن میں ادریس نام آیا ہے۔ اب اس کایا کلپ کا کیا کیا جائے، اس کا کوئی علاج ممکن نہیں، ممکن بھی ہو تو مناسب نہیں۔

۳۔ تحقیق و تفتیش میں ذاتی تعصبات رنگ دکھلاتے ہیں۔ اس کی ایک مثال "جو کالیاں" گاؤں کا نام ہے۔ ظاہر بظاہر یہ "جو کاں والی" ہے مگر اسے ناردے سویڈن کی زبان کے الفاظ سے بگڑا ہُوا نام دکھلایا گیا ہے۔ پھالیہ کہا گیا ہے سکندر کے گھوڑے کا نام تھا۔ یونانی لاطینی زبان میں ایسا کوئی لفظ نہیں، سکندر نے گھوڑے کا نام "پھالیہ" کیسے رکھ لیا۔ "لاہور" کہتے ہیں "لَوہور" یا لَو کی بستی ہے۔ لَو رام چندر کے بیٹے کا نام تھا جس نے لاہور بسایا ــــ بابری مسجد کو ہندوؤں نے رام چندر کی جنم بھومی بنا لیا۔ لَو رام کا بیٹا تھا۔ لاہور پر اسی حوالے سے ہندو، حق جتانے پر چڑھ دوڑیں جیسا کہ بابری مسجد کے سلسلہ میں ہُوا ہے، تو تمام تر ذمہ داری اہلِ تحقیق

کے ترآئے گی۔

جناب ایم زمان کھوکھر فرماتے ہیں کہ انبیائے بنی اسرائیل کے نام عربی، فارسی لہجہ کی وجہ سے بہت کچھ بدلے گئے ہیں۔ معاملہ صاف کرنے کیلئے تحقیق کی دعوت بھی جناب ایم زمان کھوکھر کی جانب سے موجود ہے۔

کیا جناب ایم زمان کھوکھر اس سوال کا جواب دیں گے..... اصحابِ قبور نے اپنے اپنے نام اصلی لب ولہجہ عبرانی میں حضرات کشف القبور کو بتلائے ہوں گے، ان کیلئے تو ظاہر بظاہر عربی و فارسی لہجہ کی مجبوری معذوری نہیں تھی۔

اہلِ قبور طویلہ نوگزی قبروں والوں کے ناموں کی ایک فہرست حضرت قاضی سلطان محمود نے عروۃ الوثقیٰ کی یادداشتوں میں صفحہ ۹/ ۱۰ پر دی ہے۔ طویل تر فہرست جناب ایم زمان کھوکھر نے "آئینہ"، اشاعت ۵ر اکتوبر ۱۹۹۲ء میں حضرت قنبیط ابنِ آدم علیہ السلام پر اپنے مقالہ کے آخری صفحات پر حضرت شمس الدین گلیانوی کشف القبور نے بحر بیکراں کے حوالے سے دی ہے۔ اپنے نام نامی و اسم گرامی قبور طویلہ نوگزی لمبی قبروں والوں نے اپنی عبرانی زبان میں بتلائے ہوں گے، ان پر تحقیق کی کیا ضرورت ہے۔ پرانے عہدنامہ، بنی اسرائیل کے مستند ریکارڈ سے یہ نام ملاتے جائیں، وہیں یہ نام ملنے چاہئیں۔ وہاں نہیں — تو پرانے عہد نامہ کے ناموں کو ترجیح دیئے جانے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس لیے کہ یروشلم کی فتح کے بعد بخت نصر نے ہیکل سلیمان کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ محراب حرم میں پردے کے پیچھے تابوت سکینہ کو معہ تبرکات و صحائف انبیا جلا کر خاک کر دیا تھا۔

پرانے عہدنامہ کو دانیال نبی نے موجودہ صورت میں صدیوں بعد ترتیب دیا۔ حضرت دانیال نبی سے بھی غلطی کا امکان نہیں مگر صاحبان کشف القبور کو ان انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں نے اپنے نام نامی و اسمائے گرامی بذاتِ خود بتلائے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مفید مشورہ دیا جا سکتا ہے، جناب ایم زمان کھوکھر پرانے عہدنامہ کے عربی ایڈیشن لیکر دیکھیں، عربی لہجہ نے ناموں کو بگاڑا ہے تو عربی

ایڈیشن کے مقابل پُرانے عہد نامہ میں اصلی نام بآسانی معلوم کیے جا سکتے ہیں۔ یا پھر ..... اس سلسلہ میں پُرانے عہد نامہ کا لاطینی ایڈیشن معین و مددگار ثابت ہو سکتا ہے۔

حضرت قاضی سلطان محمود نے انبیائے بنی اسرائیل کے کُل ۴۹ نام نامی و اسم گرامی لکھے ہیں۔ جناب ایم زمان کھوکھر نے حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی کے حوالے سے کم و بیش ۱۳۶ دیئے ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ کشف القبور کے ذریعہ حضرت حافظ شمس الدین نے تعداد میں زیادہ نام معلوم کیے ہیں۔ مگر ـــــ سوال یہ ہے کہ اختلافات ناموں اور مقامات، مزارات کے سلسلہ میں موجود ہیں مگر کیوں..... ؟

منادرہ والے صاحبِ مزار کا نام حضرت قاضی سُلطان محمود ادر بتلاتے ہیں اور حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی ادر ـــــ جلالپور صوبتیاں والے صاحبِ مزار کا نام حضرت قاضی سلطان محمود نے ادر لکھا ہے اور حضرت حافظ شمس الدین نے ادر ـــ

جناب قاضی سلطان محمود نے نعماطوس کو صاحبِ مزار دوم مغربی سبز پنڈ موضع میانی لکھا ہے، اور حضرت شمس الدین نے سمبڑیال۔

جناب ایم زمان کھوکھر کی فہرست میں نام ایک ہے مگر ایک ہی صاحب کئی کئی جگہ صاحبِ مزار ہیں۔ مثلاً شمعون موضع پٹھان موہڑا اور کڑیانوالہ میں طینوش ایک نام ہے مگر مزار کئی جگہ ۔ اسی طرح اور نام نامی و اسم گرامی دکھلائے جا سکتے ہیں۔

جناب ایم زمان کھوکھر کی فہرست میں موسیٰ حجازی کا مزار مقدس دریائے چناب کے کنارے ہیڈ مرالہ روڈ پر واقع ہے۔

موسیٰ حجازی ـــــ ؟ انبیائے بنی اسرائیل سے ہیں کیا۔

بابا روشن جی ـــــ اور بابا پہادن جی بھی ـــــ ؟

وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے، موسیٰ حجازی، بابا روشن جی پہادن جی، نائن النبی لو بابا اصحابی امت ادم۔ کلیام، نعمت ولی، وغیرہ عبرانی ناموں کی بگڑی شکلیں نہیں۔

جناب ایم زمان کھوکھر رقم طراز ہیں کہ ان کے پاس انبیائے بنی اسرائیل کے شجرے محفوظ ہیں ــــــــ

یہ ایک عجیب دعویٰ ہے۔

۱۔ شجرے پرانے عہد نامہ خصوصاً کتاب تواریخ ۱، ۲ سے نقل کیے گئے ہیں تو اس کا فائدہ نہیں۔

۲:۔ پرانے عہد نامہ کے شجروں میں گجرات کے قبورِ طویلہ، نوگزی قبروں والے انبیائے بنی اسرائیل کے ناموں میں سے ایک نام بھی موجود نہیں، شجرے کیسے مرتب ہو گئے اور محفوظ کیے گئے؟ اُمید کی جاسکتی ہے کہ یہ شجرے منظرِ عام پر آئیں گے اور چند در چند مفید مطلب نتائج اخذ کرنے میں امداد دیں گے۔

کشف القبور کے سلسلہ میں جناب ایم زمان کھوکھر نے انوار الشمس کا ذکر کیا ہے۔ انوار الشمس حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی کا مجموعہ کلام پنجابی ہے، جسے جناب کلیم اللہ ناشر نے فروری ۱۹۸۸ء میں شائع کیا۔

مقدمہ میں کلیم اللہ ناشر نے لکھا ہے:

"قاضی صاحب آوان شریف والے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت حافظ صاحب پیرِ طریقت کشف القبور کے بحرِ بیکراں اور میدانِ معرفت کے شیر ہیں۔

"قاضی صاحب کا آنجناب پر اعتقاد قائم تھا اور کشف القبور کا علم آپ ہی سے حاصل کیا تھا۔"

جناب کلیم اللہ ناشر ہیں، بلا تحقیق جوشِ عقیدت میں لکھ گئے ہیں کہ حضرت قاضی سلطان محمود نے کشف القبور حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی سے حاصل کیا۔

اس سلسلہ میں جناب معشوق یار جنگ بہادر کی شہادت مقاماتِ محمود میں ہر لحاظ سے قابلِ اعتبار ہو سکتی ہے۔

جناب قاضی سلطان محمود کی تاریخ پیدائش ۱۸۴۸ عیسوی اور تاریخ وفات ۱۹۱۹ء ہے اور حضرت شمس الدین گلیانوی کی تاریخ پیدائش ۱۸۳۸ء عیسوی، تاریخ وفات ۱۹۰۲ عیسوی ہے، کسی طور پر حضرت شمس الدین گلیانوی حضرت قاضی سلطان محمود آوان شریف والوں کو کشف القبور سکھلانے کے لائق نہیں تھے۔

حضرت حافظ شمس الدین گلیانوی

کے مجموعہ کلام انوار الشمس میں کہیں انبیائے
بنی اسرائیل کے مزاراتِ مقدسہ کی نشاندہی
کے سلسلہ میں کوئی ذکر اذکار نہیں۔ چند
اشعار پنجابی انوار الشمس میں موجود ہیں۔

قدم اوّل اُٹھے کشف القبوری
ایسے راہ سب گئے دی حضوری
ہووے مُردہ زندہ روح نفس مویاں
دلیری تھیں ہووے کم ایہہ نرویاں
سنے باتاں کنیں کردا زبانی
اکھیں ویکھے وَلے سب کجھ نہانی
ہووے رُوح دی جدوں صورت مثالی
رجوع کردا اتاں دل ملک عالی

ان اشعار کی بنا پر نہیں کہا جاسکتا
کہ حضرت حافظ شمس الدین نے قبورِ طویلہ،
نوگزی، انبیائے بنی اسرائیل کی قبروں کی
نشاندہی فرمائی یا ان کے نام نامی واسمِ
گرامی بتلائے یا کہ حضرت حافظ شمس الدین
گلیانوی کشف القبور کے بحرِ بیکراں تھے۔

گجرات بلاشبہ خطۂ یونان ہے،
اسے خطۂ یونان کہنے میں حرج نہیں ۔۔۔
البتہ سر سید احمد خان نے کوئی ایسی
بات نہیں کہی۔ سر سید احمد خان بوجوہ
گجرات تشریف ہی نہیں لا سکے۔ تحریک
علی گڑھ کے چند حامی لاہور ان کی خدمت
میں حاضر ہوئے تھے ۔۔۔۔ حضرت
قائدِ اعظم محمد علی جناح نے کبھی نہیں فرمایا
کہ میری جیب میں کھوٹے سکے ہیں ۔۔۔
بایں ہمہ ایسی اور ویسی موزوں باتیں
لکھنے اور لکھانے میں حرج نہیں ۔۔۔
مگر جناب ایم زمان کھوکھر نے حضور صلی
اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حدیث کے سلسلہ میں
تحقیق فرما لیا ہوگا، کہ "مجھے سرزمینِ ہند
کی طرف سے خوشبو آتی ہے" کیا یہ حدیثِ
نبویؐ ہے ۔۔۔؟ کیا حضور صلی اللہ علیہ
وآلہٖ وسلم نے یہی الفاظ استعمال فرمائے
تھے؟ حالی نے مدوجذر اسلام میں لکھا
ہے "میرِ عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے"
مگر حالی شاعر تھے مُحدِّث نہیں تھے ۔۔۔
جناب ایم زمان کھوکھر معلوم کریں کہ راویانِ
حدیث کون ہیں، کس مجموعۂ حدیث میں یہ
حدیث شریف موجود ہے اور حفاظِ حدیث
نے راوی / راویانِ حدیث کے سلسلہ میں
کیا تبصرہ فرمایا ہے۔

جناب ایم زمان کھوکھر رقمطراز ہیں:
"ظاہر ہے یہ خوشبو رسولوں کے پاک

جسموں کی ہی ہو سکتی ہے" ـــ یہ صرف ایک رائے ہے، کیا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا مطلب یہی تھا۔

جناب ایم زمان کھوکھر ادیب، صحافی، اہلِ تحقیق کے سورج ہیں، مگر کبھی کبھی انہیں چراغ دِکھلانے میں مضائقہ نہیں۔

قبور طویلہ، نوگزی قبریں ـــ بذاتِ خود ایک سوال ہیں۔ معمولی قبر، معمولی لمبائی چوڑائی رکھتی ہیں ـــ یہ لمبی قبریں جو کہیں سو، دو سو فٹ سے بھی زیادہ لمبی ہیں، کیوں ہیں.... کیا ہیں.... کس کی ہیں۔

بعض نے کہا یہ انسانی آبادی سے پہلے دیوؤں، جنوں کی قبریں ہیں جن سے انسانی آبادی سے پیشتر زمین شاد آباد تھی۔

ایلیٹ، سی کنگ، میرزا اعظم بیگ، صاحبِ آئینہ گجرات، گجرات بہ عہد قدیم و جدید کے دُوسرے اہلِ تحقیق نے بھی یہ خیال ظاہر کیا ہے۔

جناب حکیم محمد اشرف وائنا سارس،

بڑے بڑے جانوروں کی باتیں کرتے ہیں جو ہماری زمین کے باسی تھے، جیسے جانور ویسے ہی طول طویل آدمی بھی اس دور میں ہوں گے۔

اسلام نے ۱۶ "یوم" مانے ہیں۔ ہر ایک "یوم" یا دور ۵۰ ہزار برس کا تھا، ہندو انہیں "جگ" کہتے ہیں۔ ہر ایک جگ کے بعد قیامت آتی ہے، یہ ہمارا چوتھا جگ ہے۔

کیا جناب حکیم محمد اشرف بتلائیں گے کہ یہ قبور طویلہ نوگزی قبروں والے بزرگوں کا تعلق کس "یوم" یا "جگ" سے ہے۔

جناب احسان قریشی قادری نے نظریہ یہ پیش کیا کہ کم از کم ۲۷ صحابہ کرامؓ تبلیغِ اسلام کے سلسلہ میں سرزمینِ ہندوستان تشریف لائے۔

صحابہ کرامؓ کی قبروں کو عام لوگوں کی قبروں سے زیادہ لمبی چوڑی بنایا جاتا تھا، تاکہ اُن کی قبروں اور عام لوگوں کی قبروں میں امتیاز رکھا جائے۔

قبورِ طویلہ، نوگزی قبریں صحابہ کرامؓ کی ہیں۔

جنت البقیع میں صحابہ کرامؓ کی قبریں
تھیں جو اب زمین کے برابر کر دی گئی ہیں۔
سعودیہ کے علاوہ جہاں جہاں صحابہ کرامؓ
کے مزاراتِ مقدسہ موجود ہیں "نوگزے" نہیں۔
کسی تاریخ و تذکرہ میں مذکور نہیں
کہ صحابہ کرامؓ کی قبریں لمبی چوڑی بنائی
جاتی تھیں۔
قبور طویلہ، نوگزی قبروں کو انبیائے
بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کی قبریں بتلایا
گیا ہے۔
قصص الانبیا کا سہارا لیتے ہوئے
کہا گیا حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ
ہاتھ تھا، دُوسرے نبی بھی قد و قامت میں
طول طویل ہوں گے اس لیے اُنکی قبریں
بھی قبور طویلہ ہیں۔
انبیائے بنی اسرائیل کے چند در
چند مزاراتِ مقدسہ بیت المقدس کی سرزمین
میں موجود ہیں۔ زیارات کرنے والے کہتے
ہیں کہ سب مقدس قبروں کی پیمائش معمولی ہے
قبور طویلہ، نوگزی قبروں کے سلسلہ
میں اہلِ تحقیق کے نظریات سامنے ہیں،
جن پر تاریخ کی روشنی میں تحقیقی و تنقیدی
نظر ڈالی گئی ہے۔ اس ضمن میں رائے قائم
کی جا سکتی ہے، رائے کچھ بھی قائم کیجائے
بہر طور نظریات قابلِ اعتماد و اعتبار نہیں۔

اہلِ تحقیق نے کہا بڑیلہ شریف والی
نوگزی قبر جو ڈھائی سو فٹ سے زیادہ لمبی
ہے حضرت آدمؑ کے فرزند حضرت قینیط
کی ہے یا حضرت نوحؑ کی، جیسا کہ ہندوؤں
کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے یا حضرت
نوح علیہ السلام کے کسی بیٹے کی۔
مگر کس کی ......؟
قبور طویلہ نوگزی قبروں کو صحابہ کرامؓ
کے مزاراتِ مقدسہ ثابت نہیں کیا جا سکتا۔
قبور طویلہ نوگزی قبریں انبیائے
بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کے مزاراتِ
مقدسہ بھی نہیں ہیں۔
کسی قدیم ریکارڈ یا جدید تحقیق سے
ثابت نہیں کہ یہودی آوارہ وطن ہو کر وارد
ہندوستان ہوئے تھے اور انہوں نے
یہاں، خاص طور پر گجرات میں بستیاں
بسائی تھیں۔
یہودی ایک ایک دو دو کی تعداد میں
نہیں آئے ہوں گے۔ بڑی تعداد میں وارد
ہندوستان ہونے کی صورت میں اُنکی آمد

آمد پر پردے پڑے نہیں رہ سکتے، یہ کیسے ممکن تھا کہ انہوں نے سرزمین ہند میں بستیاں بسائیں اور کسی کو خبر نہ ہوئی۔

چند ایک مزید سادہ سوالوں کے جوابات اہلِ تحقیق، تلاش و دریافت کے ذمہ دار ہیں۔

۱۔ ۲۱ قبل مسیح یہودی آوارہ وطن ہوئے ۔۔۔ کوئی ثبوت پیش کیا جاسکتا ہے کہ یہودی قد و قامت میں اس وقت غیر معمولی لمبے تڑنگے تھے جن کیلئے قبور طویلہ، نوگزی قبروں کی ضرورت تھی۔

اگر یہودی، ہندو بعد ازاں بدھ ہو گئے تو کتنے عرصہ میں اُنکے قد و قامت گھٹ کر معمولی آدمیوں کے قد و قامت کے برابر ہوئے۔

آوارہ وطن یہودیوں کی تعداد بیس / بائیس ہزار بتلائی گئی ہے۔ میرزا قادیاں کے نزدیک یہ تعداد بہت زیادہ ہو گی ۔۔۔ کم و بیش چھ لاکھ یہودیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں مصر سے وعدہ امید اور روشنی کی سرزمین کی طرف ہجرت کی۔ کتاب تواریخ (۱)، (۲) میں کہیں کہیں قبیلوں کی مردم شماری کے سلسلہ میں اعداد و شمار دیئے گئے ہیں۔ فرض کر لیا جائے کہ ہجرت مصر سے بابل کی اسیری تک یہودیوں کی تعداد دوگنی ہو گئی ہو گی تو یہودی آریاؤں کی طرح فاتح قوم کی حیثیت میں ہندوستان میں وارد ہوئے ہوں گے۔ ورنہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ انبیائے بنی اسرائیل نے قبریں بنوائیں اور قبریں بنوا کر چلے گئے۔

قبور طویلہ، نوگزی قبروں کو صحابہ کرامؓ یا انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کے مزاراتِ مقدسہ بتلانے والے کشف القبور کی راہ سے اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ قدرتی طور پر ایک سوال کشف القبور کے سلسلہ میں اُبھرتا ہے، اس کا شافی جواب اہلِ تحقیق، تلاش و دریافت کے ذمہ ہے۔

جناب احسان قریشی صابری کو قبور طویلہ نوگزی قبریں صحابہ کرامؓ کو بتلانے والے حضرت سید کشفی نظامی ہیں۔

قبور طویلہ نوگزی قبروں کو انبیائے بنی اسرائیل یا ان کی اولادوں کی قبریں بتلانے والے حضرت قاضی سلطان محمود، حضرت شمس الدین گلیانوی، سائیں گوہر الدین، حضرت سید نصیب علی شاہ ہیں، صاحبِ

آئینہ گجرات ان بزرگوں میں شیخ عبداللہ علامۃ العصر کو شامل کرتے ہیں۔

سوال یہ ہے

کشف القبور کس کا درست ہے؟

جناب احسان قریشی صابری نے فرمایا:

"اگر ہم فلسطین سے ایک دائرہ پرکار کے ذریعہ ۵۰۰ میل ادھر اور ۵۰۰ میل ادھر کھینچیں تو معلوم ہوگا کہ اس علاقہ میں تمام انبیا وارد ہوئے۔"

فرمایا:

"ہندوستان میں کوئی نبی وارد نہیں ہوا، صرف حضرت آدم علیہ السلام جو سری لنکا میں اُتارے گئے تھے، وہاں سے سفر کرتے کرتے ہندوستان میں پھرتے پھرتے حضرت حوا سے جا ملے۔"

فرمایا:

"اس کے علاوہ کوئی نبی ہندوستان میں نہیں آیا۔"

جناب ایم زمان کھوکھر نے فرمایا:

"ایک جغرافیہ دان کے بقول اگر بڑی پرکار کو جس کا ایک سرا خانہ کعبہ پر، دوسرا سرا دمشق پر رکھا جائے اور اسکو جانب مشرق دائرے کی شکل میں گھمایا جائے تو اس خطہ کے اندر جتنے علاقے آئینگے، وہاں کوئی نہ کوئی نبی، وصی یا ولی اللہ ضرور محوِ استراحت ہوگا۔

فرمایا:

اس دائرہ میں برِ صغیر پاک و ہند کی سرزمین بھی آتی ہے۔"

یہ دائرے یہ پرکاریں کیا ہیں اور کس طرح نبیوں کی سرزمین یا سرزمینوں کا تعین کر سکتے ہیں؟

کیا اس سلسلہ میں کوئی سند ہے جسے قابلِ اعتبار و اعتماد کہا جا سکے۔

جناب احسان قریشی صابری کے دائرے سے ہندوستان کی سرزمین باہر رہی وہاں نبی نہیں آیا ——— جناب ایم زمان کھوکھر کے دائرے میں ہندوستان کی سرزمین آگئی، اس لیے نبی بھی آگئے۔

یہ کیا بات بنی......؟

کیا دائرہ والی بات جناب احسان قریشی صابری نے کہی اور ان سے جناب ایم زمان کھوکھر نے لی ہے... یا معاملہ اس کے برعکس تھا، یا پھر تحقیق علمی کا تقاضا ہے کہ یہ ہوائی کس نے اڑائی ہے۔

کیا دائرے نصف دائرے کھینچ کر

ایک صاحبِ تحقیق اپنے مطلب کے نتائج اخذ کرسکتا ہے کہ ہندوستان نبیوں کی سرزمین نہیں کیونکہ دائرہ باہر ہے، اور ــــــ دوسرا اپنے دعویٰ کی تصدیق کا ثبوت فراہم کرسکتا ہے کہ ہندوستان نبیوں کی سرزمین ہے، کیونکہ دائرہ اندر ہے۔
کیا یہی تحقیق کے قرینے ہیں۔۔۔؟

جناب ایم زمان کھوکھر رقمطراز ہیں:
"تاریخی حوالوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ظہورِ اسلام سے صدیوں پہلے یمن کا ایک بادشاہ بنو قحطان سے تھا، اور نام اس کا شمر بن الفریقیس بن ابرہہ تھا۔ ثمر قند کو فتح کرنے کے بعد چین کی طرف بڑھا، اور ہندوستان کے شمالی علاقوں میں سے ہو کر گزرا تھا۔ اس نے مفتوحہ علاقوں میں بہت قتل و غارت کیا۔ اسی خوں ریزی کے سبب یہ علاقہ شمر قند کہلایا، جو بعد میں ثمر قند ہو گیا۔"

ظہورِ اسلام سے صدیوں پہلے تو تاریخی مستند ریکارڈ موجود ہے۔ بنو قحطان کی بستیاں یمن ہی تھیں۔ وہاں سے شمر بن الفریقیس بن ابرہہ ترکستان پہنچا، ثمر قند فتح کیا۔ صحرائے گوبی اور شاموسے فوجیں لیکر چین پہنچا اور چین فتح کیا۔

اُمید ہے وہ کوہ ہمالیہ کی چوٹیوں پر سے فوجوں سمیت گزر کر شمالی ہندوستان نہیں آیا ہوگا بلکہ چین، ویت نام، ہند چینی، برما سے گزر کر شمالی ہندوستان، وہاں سے درہ خیبر کی راہ سے نہیں بلکہ لاہور، ملتان، موہنجو داڑو، پرسی پولس سے بابل یا ملتان، موہنجو داڑو، مکران، بلوچستان کے راستہ بابل وہاں سے جزیرہ نمائے عرب۔ رحلۃ الشتاء والسیف پر چل کر یمن بنی قحطان کی سرزمین میں واپس پہنچا ہوگا۔

سفر کے راستے اس دور میں یہ تھے:
ٹیکسلا، نالندہ، اجین، سومناتھ۔
ٹیکسلا، ملتان، مہنجوڈڑو، سومناتھ۔
موہنجوداڑو، پرسی پولس، بابل۔
موہنجوڈڑو، بلوچستان، مکران، بابل۔
بابل، ترمذ، ماورالنہر، ترکستان، ثمر قند و بخارا، تاشقند۔
بابل حاراں، رحلۃ الشتاء السیف
یہ "صراط" (لاطینی زبان میں سٹریٹ) یمن

تنگ جاتی تھی۔
سوال اب بھی جوں کا توں سامنے ہے، قبورِ طویلہ نوگزی قبریں، لمبی قبریں کیوں ہیں ــــــ؟
کیا ہیں ــــــ؟
کس کی ہیں ــــــ؟
جواب یا صواب کیلئے گجرات کے محلِ وقوع پر ایک نظر ڈالیں۔
جناب ایم زمان کھوکھر رقمطراز ہیں:
"گجرات میدانی علاقہ ہونے کی وجہ سے سرسبز و شاداب ہے۔ ماضی میں محفوظ میدانی علاقہ رہا ہے، اس کے ایک طرف دریائے توی، دریائے چناب ہے تو دوسری طرف شمال مغرب میں دریائے جہلم بہتا ہے۔ ان دریاؤں کی وجہ سے گجرات کو خوشحالی اور زرخیزی حاصل ہے۔ پنجاب میں سب سے زیادہ مالیہ گجرات ادا کرتا ہے جبکہ شمال مغربی علاقے پہاڑوں پر مشتمل ہیں۔ یہ بات گجرات کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔
"گجرات قدیم دَور کے انسانوں، تاجروں، حکمرانوں کی گذرگاہ رہا ہے۔ یہاں سے کشمیر جانے کی کئی شاہراہیں، ہندوستان جانے کیلئے دریائے چناب پر بہلول پور کا پتن جہاں اب ہیڈ مرالہ ہے، سوہدرہ کا پتن، کابل جانے کیلئے، جہلم پر ہیڈ رسول کا پتن، شاہ پور ملتان جانے کیلئے پھالیہ کا راستہ۔ ان گزرگاہوں کی وجہ سے گجرات کی اہمیت بہت زیادہ رہی ہے۔"

ضلع گجرات کا نقشہ ساجد فوٹوسٹیٹ جیل چوک گجرات نے بڑی خیر و خوبی کے ساتھ ترتیب دیا ہے۔ اس نقشہ میں چھوٹے سے چھوٹا گاؤں دکھلایا گیا ہے۔ ان دیہات پر جہاں نوگزی قبریں موجود و معلوم ہیں نشان لگائیے ضروری نہیں اس سلسلہ میں پیشہ ور فوجی کی رائے لی جائے بآسانی دیکھا جاسکتا ہے، کہ ان مقامات کی حیثیت مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی فوجوں کے راستہ میں "پڑاؤں" کی ہے۔ یہی مقامات پیش قدمی کرتی ہوئی مسلمان فوجوں کیلئے مختلف اوقات میں میدانِ جنگ بنے تھے۔
جناب ایم زمان کھوکھر رقمطراز ہیں:
"گجرات سکندرِ اعظم اور راجہ پورس

کی معرکہ آرائیوں کی انمٹ داستانیں اپنے دامن میں سمیٹے بیٹھا ہے۔ اس دھرتی کا سپوت راجہ پورس سکندرِ اعظم کے سامنے سینہ سپر ہُوا، تاتاریوں، مغلوں، غوریوں، افغانوں، سکھوں اور دُوسرے فاتحین کی داستانیں اَب بھی اس کی تاریخ کا حصّہ ہیں۔"

فرمایا:

"بڑیلہ شریف، گجرات سے ۲۵ میل دُور ٹانڈہ کے قریب دریائے توی کے قریب چھمب منادر روڈ پر واقع ہے۔ سرحدی قصبہ بڑیلہ شریف ۱۹۴۷ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء میں مادرِ وطن کی حفاظت کے لیے دشمن کیلئے سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑا رہا۔"

فرمایا:

حضرت قنبیط کے مزار پر ۱۹۴۷ء، ۱۹۶۵ء، ۱۹۷۱ء پاک افواج نے دورانِ جنگ قیام کیا۔ یہاں شہداء کی یاد میں مسجد تعمیر کی گئی۔ ۲۵ شہداء کے اسمائے گرامی اس عبارت کے ساتھ درج ہیں۔

"محاذ جنگ یکم ستمبر ۱۹۶۵ء تا ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء منجانب ۸ بٹالین بلوچ رجمنٹ۔"

(ہفت روزہ آئینہ ۵ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

خیبر سے گزر کر آنے والی فوجوں کیلئے بھی یہی میدان تھے۔ جہاں مزاحمت کا سامنا ہوتا تھا اس زمانہ میں فوجوں کا راستہ کھاریاں گلیانہ راستہ تھا، جو اَب کھاریاں گلیانہ روڈ ہے۔ ظاہر بظاہر پیش قدمی کے اس راستہ پر جہاں جہاں چھوٹے بڑے راستے نکلتے تھے، وہ بھی مُسلمانوں کے گھوڑوں کے سموں تلے روندے جاتے تھے۔ دُشمن کی سرزمین تھی، قدم قدم مزاحمت ہوتی تھی اور ٹکراؤ کے نتیجے میں مسلمان سپاہی شہید ہوتے تھے۔

انگریزوں کی فوجوں نے لاہور پر قبضہ کے بعد گجرات سکھوں کی "چھٹی بادشاہی" کی سرکوبی کا فیصلہ کیا، تو میدانِ جنگ یہی گجرات کا علاقہ بنا۔ شاہ جہانگیر کے مقبرہ سے باہر اَب بھی چند اجتماعی قبریں ستونوں کی شکل میں دیکھی جا سکتی ہیں۔

۱۹۶۵ء میں دشمنوں کی توپ کا پہلا گولہ آدان شریف میں گرا۔

نوگزی قبروں سے متعلق موصوف کی اطلاعات کا ایک ماخذ گلیانہ کے حضرت حافظ شمس الدین کی کتاب شمس الانوار ہے کتاب معلوم و موجود ہے، نادر و نایاب نہیں، "جناب زمان کھوکھر" حضرت حافظ شمس الدین کو کشف القبور کا ماہر جانتے اور مانتے ہیں، مگر کشف القبور تاریخی حقائق کے سلسلہ میں قابل قبول ذریعہ نہیں۔ مشرق مغرب کے کسی تاریخ دان نے کہیں بھی کشف القبور کو تاریخی حقائق سے پردہ اٹھانے کا ذریعہ نہیں جانا ہے۔ اور نہ ہی مانا ہے تاریخی حقائق سے پردہ اٹھانے ہیں، کشف القبور کی رہنمائی تاریخ کے ساتھ بڑی زیادتی ہے۔

جناب ڈاکٹر غلام حسین اظہر کا کارنامہ ہے کہ موصوف تحقیق کو کتاب خانوں سے باہر کھلی ہواؤں فضاؤں میں نکال لائے ہیں۔ مگر جناب ڈاکٹر غلام حسین اظہر نے ساتھ ہی اپنا ٹھوس علمی وادبی پس منظر سنوارنے میں ایک عمر بتادی ہے، ان کی ادبی، تحقیقی تخلیقات میں ایک فرحت بخش تازگی کا، احساس ملتا ہے ساتھ ہی ساتھ قاری کتاب کا مطالعہ اعتبار و اعتماد سے کرتا جاتا ہے۔

قدم قدم پر نوگزی قبریں موجود ہیں، اسلیئے کہ سارا علاقہ میدان جنگ تھا اور جہاں جہاں نوگزی قبریں موجود ہیں، مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی فوجوں کو مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا تھا، ہر لشکر اسلام کے شہدا کے اعضا کو جمع کرکے ان اجتماعی قبروں میں دفن کیا گیا تھا۔ اب بھی اگر خدانخواستہ دشمن سیالکوٹ کے محاذ پر بڑھ آتا ہے تو فوجوں کو لاہور سیالکوٹ محاذ سے چناب کے پار پسپا ہونا پڑے گا اور پھر یہ سارا علاقہ میدان جنگ بن جائے گا اور اجتماعی قبروں میں اضافہ ہو گا۔

مسلمان فوجوں کی گذرگاہوں پر برابر ساتھ ساتھ سارے ہندوستان میں نوگزی قبریں موجود اور معلوم ہیں، گجرات کو اس سلسلہ میں اہمیت دینے کی ضرورت نہیں اور طویل نوگزی قبروں کو دنیائے بنی اسرائیل کی قبریں اور ان کے اسمائے گرامی بتلانے کی ضرورت قطعاً نہیں حیرانی کی بات ہے دنیائے بنی اسرائیل گجرات کی سرزمین میں دفن ہیں اور اسرائیلی ارض مقدس کے لیئے خون خرابہ کر رہے ہیں۔ کیا فرماتے ہیں علمائے تحقیق بیچ اس مسئلہ کے۔

نمبر ۴۲۸ (گجرات تصاویر کے آئینے میں) درج کتاب ہے، بڑیلہ شریف کے قبرستان میں شہداء ۱۹۶۵ء کی قبریں، شہدا کی قبریں غلط درج کیا گیا ہے۔ یہ اجتماعی قبر ہے اور اس پر شہداء کے نام لکھے گئے ہیں۔